بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

البرہانُ الجلیُّ فی ولایتِ علیؑ

محقق: ابن شبیر کشمیری

نامِ کتاب: البرہانُ الجلیُّ فی ولایتِ علیؑ

محقق: ابن شبیر کشمیری

زبان: اردو (عربی ماخذ کے اسکین کے ساتھ)

سنِ اشاعت: 2026

اشاعت نمبر: اوّل

صفحات: 221

قیمت: 200

انتساب

یہ کتاب بارگاہِ امیر المؤمنین، مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں عقیدت و محبت کے نذرانے کے طور پر پیش کی جاتی ہے، جن کی ولایت قرآن و سنت کی روشن حقیقت اور اہلِ حق کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

رابطہ برائے مراسلت: veerg2238@gmail.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین، محمد و آلہ الطیبین الطاہرین

زیرِ نظر تصنیف کا بنیادی مقصد قرآنِ کریم کی ایک ایسی آیتِ مبارکہ کی تفسیری تحقیق پیش کرنا ہے جو اسلامی تاریخ، عقائد اور فکری ارتقاء میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآنِ مجید ضابطۂ حیات بھی ہے اور سرچشمۂ ہدایت بھی۔ اس عظیم کتاب کا ایک ایک لفظ، ایک ایک آیت اپنے اندر معرفت کے سمندر چھپائے ہوئے ہے۔ انہی آیات میں سے ایک اہم ترین اور کلیدی آیت سورۂ مائدہ کی آیت ۵۵ ہے، جسے مفسرین اور علمائے اسلام "آیتِ ولایت" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یہ کتاب اس حقیقت کو آشکار کرنے کے لیے لکھی گئی ہے کہ قرآنِ مجید نے کس طرح واشگاف الفاظ میں امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت، امامت اور خلافتِ بلا فصل کا اعلان فرمایا۔ اور اس تحقیق کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس میں کسی ایک مکتبِ فکر کی انفرادی رائے پر تکیہ کرنے کے بجائے، اہلِ سنت والجماعت کی معتبر، مستند اور بنیادی تفاسیر کی کتب کو اساس بنایا گیا ہے، تا کہ حق کی تلاش کرنے والوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

آیتِ ولایت اور اس کا قرآنی متن

قرآنِ مجید کی وہ آیت جو اس پوری کتاب کا محور و مرکز ہے، سورۂ مائدہ (سورہ نمبر 5) کی آیت نمبر 55 ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

ترجمہ: "تمہارا ولی (سرپرست اور کارساز) تو صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔"

یہ آیتِ مبارکہ اپنے اسلوب، ساخت اور الفاظ کے انتخاب کے لحاظ سے انتہائی منفرد ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حصر کا صیغہ "اِنَّمَا" استعمال فرمایا ہے، جو عربی زبان میں تخصیص اور دائرہ کار کو محدود کرنے کے لیے آتا ہے۔ یعنی ولایت کا یہ خاص درجہ صرف اور صرف تین ہستیوں کے لیے مخصوص ہے: اولاً اللہ عزوجل، ثانیاً رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور ثالثاً وہ مؤمنین جو نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

حالتِ رکوع میں زکوٰۃ کا تاریخی واقعہ

اس کتاب کا لبِ لباب اور سب سے اہم تاریخی و تفسیری پہلو یہ ثابت کرنا ہے کہ کائناتِ انسانی میں وہ کون سی واحد ہستی ہے جس نے نماز کی حالت میں، اور وہ بھی رکوع کے دوران زکوٰۃ (صدقہ) دی؟

تاریخ اور تفسیر کے دامن میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ عظیم اور بے مثال عمل صرف اور صرف امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے سرزد ہوا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک سائل مسجدِ نبوی میں داخل ہوا اور اس نے سوال کیا، مگر کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ حضرت علیؑ اس وقت نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔ آپؑ نے خدا کی عبادت میں محو ہونے کے باوجود سائل کی پکار کو سنا اور اپنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ فرمایا، جس میں انگوٹھی موجود تھی۔ سائل نے آگے بڑھ کر آپؑ کی انگلی سے وہ انگوٹھی اتار لی۔ اس بے لوث اور بے مثال عملِ خیر پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ آیت نازل فرما کر قیامت تک کے لیے اس عمل اور اس ہستی کو امر کر دیا۔

اس کتاب کے ابواب میں ہم نے مفصل طور پر یہ واضح کیا ہے کہ یہ واقعہ کوئی من گھڑت کہانی یا ضعیف روایت نہیں ہے، بلکہ اسلام کے جلیل القدر مفسرین نے اسے کثرت کے ساتھ اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

صرف اہلِ سنت کی تفاسیر سے استدلال کیوں؟

اکثر و بیشتر جب عقائد کے موضوع پر گفتگو ہوتی ہے، تو مناظرانہ ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کا اسلوب مناظرانہ نہیں بلکہ محققانہ اور منصفانہ ہے۔ ہم نے اس کتاب میں ایک سخت لیکن اصولی موقف اپنایا ہے کہ ہم اس ولایتِ علیؑ کے اثبات کے لیے صرف اور صرف اہلِ سنت کی معتبر ترین کتبِ تفسیر سے حوالے پیش کریں گے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حق کا تقاضا یہ ہے کہ دعویٰ اپنوں کے سامنے انھی کی مسلمہ کتابوں سے ثابت کیا جائے۔ جب اہلِ سنت کے جید علماء اور مفسرین اپنی کتابوں میں اعتراف کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی، تو پھر کسی بھی منصف مزاج مسلمان کے لیے اس حقیقت سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

دعوتِ فکر اور اختتامیہ

یہ کتاب تعصب کی عینک اتار کر، خالص علمی اور قرآنی ماحول میں حقیقت تک پہنچنے کی ایک عاجزانہ کوشش ہے۔ قرآنِ مجید کا حکمِ ولایت کسی ایک فرقے کی جاگیر نہیں، بلکہ یہ امتِ مسلمہ کے اتحاد کا مرکز ہے۔ جب ہم قرآن کی ہدایت اور اہلِ سنت کی معتبر تفاسیر کی روشنی میں حضرت علی علیہ السلام کو اپنا ولی، ہادی اور سرپرست تسلیم کر لیتے ہیں، تو امت کے بہت سے فکری اختلافات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ اس ناچیز علمی خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور اسے میرے لیے، میرے والدین کے لیے اور تمام معاونین کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ اور قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ علمِ دین کی طلب اور حق کی جستجو کے جذبے کے ساتھ کریں۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

ابن شبیر کشمیری

سورۃ المائدہ: آیت ۵۵

اور رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے، جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہوتے ہیں)۔ تو اہل فائدہ (اہلِ تاویل / مفسرین) کا اس کے مصداق (معنیٰ) میں اختلاف ہے۔

پس ان میں سے بعض نے کہا: اس سے مراد **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** ہیں۔

اور بعض نے کہا: اس سے مراد تمام مومنین ہیں۔

ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے یہ بات کہی

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن الحسین نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی احمد بن المفضل نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی اسباط نے، انہوں نے سُدّی سے روایت کی، انہوں نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان لوگوں کے بارے میں خبر دی جو ان کی سرپرستی کرتے ہیں، پس فرمایا: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾؛ (فرمایا کہ) یہ تمام مومنین ہیں، لیکن **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے پاس سے ایک سائل گزرا جبکہ وہ مسجد میں رکوع کی حالت میں تھے، پس انہوں نے اسے اپنی انگوٹھی عطا فرما دی۔

سورۃ المائدہ: آیات ۵۵

ہم سے حدیث بیان کی ہَنَّاد بن السَّرِی نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی عبدہ نے، انہوں نے عبد الملک سے، انہوں نے ابو جعفر سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴾۔ ہم نے پوچھا: "وہ ایمان لانے والے کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "وہ لوگ جو ایمان لائے۔" ہم نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: علی (علیہ السلام) بھی ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

ہم سے حدیث بیان کی ابنِ وکیع نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی المحاربی نے، انہوں نے عبد الملک سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو جعفر سے اللہ کے اس فرمان ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ﴾ کے بارے میں پوچھا۔ اور انہوں نے ہناد کی حدیث کی مانند (روایت) ذکر کی، جو عبدہ سے ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی اسماعیل بن اسرائیل الرَّملی نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی ایوب بن سُوَید نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی عُتبہ بن ابی حکیم نے اس آیت کے بارے میں: ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ﴾۔ انہوں نے کہا: (اس سے مراد) **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** ہیں۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحارث نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی عبد العزیز نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی غالب بن عبید اللہ نے، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد کو اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان کے ذکر میں کہتے ہوئے سنا: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ الآیۃ۔ انہوں نے کہا: یہ **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے بارے میں نازل ہوئی، انہوں نے رکوع کی حالت میں صدقہ دیا تھا۔

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

(٢٢٤هـ - ٣١٠هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية

بدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الثامن

هجر

للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

3/768

﴿ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴾ . لقولِ عُبادةَ : أَتَوَلَّى اللَّهَ ورسولَه والذين آمنوا . وتَبَرُّئِه مِن بنى قَيْنُقاعَ ووَلايتِهم ، إلى قولِه : ﴿ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴾ (١) .

حدَّثنا أبو كُرَيْبٍ ، قال : ثنا ابنُ إدْريسَ ، قال : سمِعْتُ أبى ، عن عَطِيةَ بنِ سعدٍ ، قال : جاء عُبادةُ بنُ الصامتِ إلى رسولِ اللَّهِ ﷺ . ثم ذكَر نحوَه (٢) .

حدَّثنى المثنى ، قال : [٦٩٦/١و] ثنا عبدُ اللَّهِ بنُ صالحٍ ، قال : ثنى مُعاويةُ بنُ صالحٍ ، عن علىِّ بنِ أبى طلحةَ ، عن ابنِ عباسٍ قولَه : ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ﴾ : يعنى أنه مَن أسْلَم تولَّى اللَّهَ ورسولَه (٣) .

وأما قولُه : ﴿ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴾ . **فإنَّ أهلَ التأويلِ اخْتَلَفوا** فى المعنِىِّ به ؛ **فقال بعضُهم** : عُنِى به علىُّ بنُ أبى طالبٍ .

وقال بعضُهم : عُنِى به جميعُ المؤمنين .

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا محمدُ بنُ الحسينِ ، قال : ثنا أحمدُ بنُ المُفَضَّلِ ، قال : ثنا أسْباطُ ، عن السدىِّ ، قال : ثم أخْبرَهم بمَن يَتَوَلَّاهم ، فقال : ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴾ : هؤلاء جميعُ المؤمنين ، ولكنَّ علىَّ ابنَ أبى طالبٍ مرَّ به سائلٌ وهو راكعٌ فى المسجدِ فأعْطاه خاتَمَه (٤) .

---

(١) تقدم تخريجه فى ص ٥٠٥ .

(٢) أخرجه ابن أبى شيبة ١٢/١٣٧، وابن أبى حاتم فى تفسيره ٤/١١٦٣ (٦٥٥٢) من طريق عبد الله بن إدريس . وتقدم أوله فى ص ٥٠٤ .

(٣) أخرجه ابن أبى حاتم فى تفسيره ٤/١١٦٢ (٦٥٤٦) من طريق أبى صالح به .

(٤) أخرجه ابن أبى حاتم فى تفسيره ٤/١١٦٢ (٦٥٤٨) من طريق عمر بن عبد الرحمن ، عن السدى بمعناه ، وينظر تفسير البغوى ٣/٧٣ .

حدَّثنا هَنَّادُ بنُ السَّرِيِّ ، قال : ثنا عَبْدةُ ، عن عبدِ الملكِ ، عن أبي جعفرٍ ، قال : سأَلْتُه عن هذه الآيةِ : ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴾ . قلْنا : مَن الذين آمنوا ؟ قال : الذين آمنوا . قلنا : بلَغَنا أنها نزَلَت في عليِّ بنِ أبي طالبٍ . قال : عليٌّ مِن الذين آمنوا[(١)] .

حدَّثنا ابنُ وَكيعٍ ، قال : ثنا المُحارِبيُّ ، عن عبدِ الملكِ ، قال : سأَلْتُ أبا جعفرٍ عن قولِ اللَّهِ : ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ﴾ . وذكَر نحوَ حديثِ هَنَّادٍ ، عن عَبْدةَ .

حدَّثنا إسماعيلُ بنُ إسرائيلَ الرَّمْليُّ ، قال : ثنا أيوبُ بنُ سُوَيْدٍ ، قال : ثنا عُتْبةُ بنُ أبي حَكِيمٍ في هذه الآيةِ : ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ﴾ . قال : عليُّ بنُ أبي طالبٍ[(٢)] .

٢٨٩/٦ / **حدَّثني** الحارثُ ، قال : ثنا عبدُ العزيزِ ، قال : ثنا غالبُ بنُ عُبيدِ اللَّهِ ، قال : سمِعْتُ مُجاهِدًا يقولُ في قولِه تعالى ذكرُه : ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ﴾ الآية . قال : نزَلَت في عليِّ بنِ أبي طالبٍ ، تصَدَّق وهو راكعٌ[(٣)] .

القولُ في تأويلِ قولِه : ﴿ وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ

---

(١) أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره ١١٦٢/٤ (٦٥٤٧) من طريق عبد الملك به ببعضه ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٩٤/٢ إلى عبد بن حميد وابن المنذر .

(٢) أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره ١١٦٢/٤ (٦٥٤٩) من طريق أيوب به .

(٣) ذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره ٣/ ١٣٠، وقال قبله في ١٢٩/٣ مضعفا هذا القول : وأما قوله : ﴿ وهم راكعون ﴾ فقد توهم بعضهم أن هذه الجملة في موضع الحال من قوله : ﴿ ويؤتون الزكاة ﴾ أي في حال ركوعهم ، ولو كان هذا كذلك لكان دفع الزكاة في حال الركوع أفضل من غيره ؛ لأنه ممدوح ، وليس الأمر كذلك عند أحد من العلماء ممن نعلمه من أئمة الفتوى .

وقال أيضًا في البداية والنهاية ٩٤/١١ بعد أن أورد حديثين مرفوعين في ذلك : وهذا لا يصح بوجه من الوجوه ؛ لضعف أسانيده ، ولم ينزل في علي شيء من القرآن بخصوصيته .

اور رہا اللہ کا یہ فرمان: ﴿وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾؛ تو بعض لوگوں نے یہ وہم (غلط فہمی) پال لیا کہ یہ جملہ ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ سے 'حال' کی جگہ پر واقع ہے، یعنی: اپنی رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینا؛ اور اگر معاملہ ایسا ہوتا تو رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینا دوسروں (کی حالت) سے افضل ہوتا، حالانکہ فتوائ دینے والے علماء میں سے کسی کے ہاں بھی ایسا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ بعض مفسرین نے اس سلسلے میں **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے بارے میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ ان کے پاس سے رکوع کی حالت میں ایک سائل گزرا، تو انہوں نے اسے اپنی انگوٹھی عطا کر دی۔

ابنِ ابی حاتم نے کہا: ہم سے ربیع بن سلیمان المرادی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ایوب بن سوید نے حدیث بیان کی، انہوں نے عتبہ بن ابی حکیم سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت کی: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾، انہوں نے کہا: وہ مومنین ہیں اور **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** ہیں۔

اور ہم سے حدیث بیان کی ابو سعید الاشج نے، انہوں نے کہا: ہم سے الفضل بن دُکَین نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو نعیم الاحول سے، انہوں نے سلمہ بن کُہَیل سے روایت کی، انہوں نے کہا: انہوں نے (علی علیہ السلام) اپنی انگوٹھی کا صدقہ دیا جبکہ وہ رکوع میں تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾۔

ابنِ جریر نے کہا: مجھ سے الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد العزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے غالب بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد کو

کہتے سنا کہ اللہ کے اس فرمان ﴿ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ﴾ الآیۃ کے بارے میں: یہ **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے بارے میں نازل ہوئی، انہوں نے رکوع کی حالت میں صدقہ دیا تھا۔

اور عبد الرزاق نے کہا: ہمیں عبد الوہاب بن مجاہد نے اپنے والد سے، انہوں نے ابنِ عباس سے اللہ کے اس فرمان ﴿ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ﴾ الآیۃ کے بارے میں حدیث بیان کی: یہ **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے بارے میں نازل ہوئی۔ (مؤلف کہتے ہیں:) عبد الوہاب بن مجاہد سے حجت قائم نہیں کی جا سکتی (وہ ضعیف ہے)۔

اور ابنِ مَردُویہ نے روایت کیا سفیان الثوری کے طریقے سے، انہوں نے ابو سنان سے، انہوں نے ضحاک سے، انہوں نے ابنِ عباس سے روایت کی، انہوں نے کہا: **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل گزرا، پس انہوں نے رکوع کی حالت میں اسے اپنی انگوٹھی عطا کر دی، تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ﴾ الآیۃ۔ (مؤلف کہتے ہیں:) ضحاک کی ابنِ عباس سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

اور ابنِ مردویہ نے یہ بھی روایت کیا محمد بن السائب الکلبی کے طریقے سے –اور وہ متروک الحدیث ہے– انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے ابنِ عباس سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف تشریف لائے جبکہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے، کوئی رکوع میں تھا، کوئی سجدے میں تھا، کوئی قائم تھا اور کوئی بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک مسکین مانگتا ہوا نظر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: "کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے؟" اس نے کہا: "جی ہاں۔" آپ ﷺ نے پوچھا: "وہ کس نے

دیا؟" اس نے اشارہ کر کے کہا: "اس کھڑے ہوئے شخص نے۔" آپ ﷺ نے پوچھا: "کس حالت میں اس نے تجھے دیا؟" اس نے کہا: "وہ رکوع میں تھے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اور وہ **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** ہیں۔" ابن عباس کہتے ہیں: پس رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تکبیر کہی اور وہ فرما رہے تھے: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾۔

(مؤلف کہتے ہیں:) اور یہ ایسی سند ہے جس پر خوش نہیں ہوا جا سکتا (یعنی ضعیف ہے)۔

پھر اسے ابنِ مردویہ نے **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)**، خود ان (علی علیہ السلام) سے، عمار بن یاسر سے اور ابو رافع سے روایت کیا ہے۔ لیکن ان کی اسانید کے ضعف اور ان کے راویوں کی جہالت کی وجہ سے ان میں سے کچھ بھی مکمل طور پر صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے اپنی سند کے ساتھ میمون بن مہران سے، انہوں نے ابنِ عباس سے اللہ کے اس فرمان ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ کے بارے میں روایت کیا: یہ مومنین کے بارے میں نازل ہوئی، اور **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** ان میں سب سے پہلے (یا افضل) ہیں۔

اور ابنِ جریر نے کہا: ہم سے ہَنّاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبد الملک سے، انہوں نے ابو جعفر سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے ان سے اس آیت ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ کے بارے میں سوال کیا۔ ہم نے پوچھا: "وہ ایمان لانے والے کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "وہ لوگ جو

ایمان لائے۔" ہم نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: علی (علیہ السلام) بھی ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

اور اسباط نے سُدّی سے روایت کرتے ہوئے کہا: یہ آیت تمام مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن **علی بن ابی طالب (علیہ السلام)** کے پاس سے مسجد میں رکوع کی حالت میں ایک سائل گزرا، تو انہوں نے اسے اپنی انگوٹھی عطا فرمادی۔

محققه عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الثالث

المائدة - الأعراف

دار طيبة للنشر والتوزيع

وقوله: ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ [وَهُمْ رَاكِعُونَ][١]﴾ أى: المؤمنون المتصفون بهذه الصفات، من إقام الصلاة التى هى أكبر أركان الإسلام، وهى له وحده[٢] لا شريك له، وإيتاء الزكاة التى هى حق المخلوقين ومساعدة للمحتاجين من الضعفاء والمساكين.

وأما قوله: ﴿وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾: فقد توهم بعضهم أن هذه الجملة فى موضع الحال من قوله: ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ أى: فى حال ركوعهم، ولو كان هذا كذلك، لكان دفع الزكاة فى حال الركوع أفضل من غيره؛ لأنه ممدوح، وليس الأمر كذلك عند أحد من العلماء ممن نعلمه من أئمة الفتوى، وحتى إن بعضهم ذكر فى هذا أثراً عن على بن أبى طالب: أن هذه الآية نزلت فيه: [ذلك][٣] أنه مر به سائل فى حال ركوعه، فأعطاه خاتمه.

وقال ابن أبى حاتم: حدثنا الربيع بن سليمان المرادى، حدثنا أيوب بن سُوَيْد، عن عتبة بن أبى حكيم فى قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ قال: هم المؤمنون وعلى بن أبى طالب[٤].

وحدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا الفضل بن دُكَيْن أبو نعيم الأحول، حدثنا موسى بن قيس الحضرمى، عن سلمة بن كُهَيْل قال: تصدق على بخاتمه وهو راكع، فنزلت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾.

وقال ابن جرير: حدثنى الحارث، حدثنا عبد العزيز، حدثنا غالب بن عبيد الله، سمعت مجاهداً يقول فى قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ الآية: نزلت فى على بن أبى طالب، تَصَدَّق وهو راكع[٥].

وقال عبد الرزاق: حدثنا عبد الوهاب بن مجاهد، عن أبيه، عن ابن عباس فى قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ الآية: نزلت فى على بن أبى طالب.

عبد الوهاب بن مجاهد لا يحتج به.

وروى ابن مَرْدُويه، من طريق سفيان الثورى، عن أبى سنان، عن الضحاك، عن ابن عباس قال: كان على بن أبى طالب قائماً يصلى، فمر سائل وهو راكع، فأعطاه خاتمه، فنزلت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ الآية.

الضحاك لم يلق ابن عباس.

وروى ابن مَرْدُويه أيضاً من طريق محمد بن السائب الكلبى ـ وهو متروك ـ عن أبى صالح، عن ابن عباس قال: خرج رسول الله ﷺ إلى المسجد، والناس يصلون، بين راكع وساجد وقائم وقاعد، وإذا مسكين يسأل، فدخل رسول الله ﷺ فقال: «أعطاك أحد شيئًا؟» قال: نعم. قال: «من؟» قال: ذلك[٦] الرجل القائم. قال: «على أى حال أعطاكه؟» قال: وهو راكع، قال: «وذلك على بن أبى طالب». قال: فكبر رسول الله ﷺ عند ذلك، وهو يقول: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ

(١) زيادة من د. (٢) فى ر، أ: «وهى عبادة الله وحده». (٣) زيادة من أ.
(٤) ورواه الطبرى فى تفسيره (١٠/٤٢٦) من طريق إسماعيل الرملى، عن أيوب بن سويد به.
(٥) تفسير الطبرى (١٠/٤٢٦).
(٦) فى ر: «ذاك».

حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴾.

وهذا إسناد لا يفرح به.

ثم رواه ابن مردويه، من حديث على بن أبى طالب، رضى الله عنه، نفسه، وعمار بن ياسر، وأبى رافع. وليس يصح شىء منها بالكلية، لضعف أسانيدها وجهالة رجالها. ثم روى بسنده، عن ميمون بن مهْران، عن ابن عباس فى قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾: نزلت فى المؤمنين، وعلى ابن أبى طالب أولهم.

وقال ابن جرير: حدثنا هَنَّاد، حدثنا عبدة، عن عبد الملك، عن أبى جعفر قال: سألته عن هذه [الآية][1]: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ قلنا: من الذين آمنوا؟ قال: الذين آمنوا! قلنا: بلغنا أنها نزلت فى على بن أبى طالب! قال: عَلِىٌّ من الذين آمنوا.

وقال أسباط، عن السُّدِّى: نزلت هذه الآية فى جميع المؤمنين، ولكن على بن أبى طالب مر به سائل وهو راكع فى المسجد، فأعطاه خاتمه.

وقال على بن أبى طلحة الوالبى، عن ابن عباس: من أسلم فقد تولى الله ورسوله والذين آمنوا. رواه ابن جرير.

وقد تقدم فى الأحاديث التى أوردنا[2] أن هذه الآيات كلها نزلت فى عبادة بن الصامت، رضى الله عنه، حين تبرأ من حلف يَهُود، ورضى بولاية الله ورسوله والمؤمنين؛ ولهذا قال تعالى بعد هذا كله: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾، كما قال تعالى: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ . لا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة: ٢١، ٢٢].

فكل من رضى بولاية[3] الله ورسوله والمؤمنين فهو مفلح فى الدنيا والآخرة [ومنصور فى الدنيا والآخرة][4]؛ ولهذا قال [الله][5] تعالى فى هذه الآية الكريمة: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾.

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (٥٧) وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَعْقِلُونَ (٥٨) ﴾.

---

(١) زيادة من أ.
(٢) فى ر، أ: «أوردناها».
(٣) فى أ: «بمولات».
(٤، ٥) زيادة من أ.

اس تفسیر پر اللہ تعالیٰ کے قول "وھم راکعون" سے رات اور دن کی نفل نماز مراد ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون اور جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں) میں "راکعون" سے **حضرت علی رضی اللہ عنہ** مراد ہیں کیونکہ **حضرت علی رضی اللہ عنہ** پر ایک سائل کا گزر ہوا وہ نماز کے رکوع میں تھے تو اپنی انگوٹھی اتار کر دے دی۔

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں

تفسیرِ بغوی اردو

المعروف معالم التنزیل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد دوم ... سورۃ المائدہ تا سورہ توبہ

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر
- منتخب قرآنی آیات کے فضائل و خواص

بشمول قرآنی فضائل و خواص

از امام ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)
و حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ
(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
کے قلم سے

ترجمہ از
اشرفیہ مجلس علم و تحقیق

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

ہوں، اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے (ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء یہ فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو چاہے) یعنی ان کا اللہ سے محبت کرنا اور مسلمانوں کے لیے نرم ہونا اور کافروں پر سخت ہونا اللہ کے فضل کی وجہ سے ہے (والله واسع علیم اور اللہ کشادگی کرنے والا ہے خبردار)

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿55﴾

ترجمہ: تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے۔

تفسیر ﴿55﴾ (اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو لوگ ایمان والے ہیں) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن اُبی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے یہود سے برأت ظاہر کی اور کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کو ولی بناتا ہوں تو یہ چھ آیات نازل ہوئیں "یایها الّذین امنوا لا تتخذوا الیهود الخ سے انّما ولیّکم اللّٰه ورسوله" تک۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! بے شک ہماری قوم قریظہ اور نضیر نے ہم کو چھوڑ دیا ہے اور ہم سے جدا ہو گئے ہیں اور قسمیں اُٹھائی ہیں کہ ہمارے ساتھ نہ بیٹھیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پڑھ کر سنائی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی دوستی پر راضی ہیں۔ اس تفسیر پر اللہ تعالیٰ کے قول "وهم راکعون" سے رات اور دن کی نفل نماز مراد ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وهم راکعون اور جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں) میں "راکعون" سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک سائل کا گزر ہوا وہ نماز کے رکوع میں تھے تو اپنی انگوٹھی اُتار کر دے دی۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿56﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

تفسیر ﴿56﴾ (ومن یتول الله ورسوله والذین امنوا اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو) یعنی دوستی قائم رکھے اللہ کی اطاعت پر قائم رہنے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی مدد کر کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مہاجرین اور انصار ہیں (فان حزب الله تو اللہ کی جماعت) یعنی اللہ کے دین کی مدد کرنے والے (هم الغالبون وہی سب پر غالب ہیں)۔

279- حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا المحاربي، عن عبد الملك بن أبي سليمان، قال: سألت أبا جعفر محمد بن علي عن قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾، قلت: نزلت في **علي**؟ قال: **عليٌّ** من الذين آمنوا.

280- حدثنا الحسن بن عرفة، حدثنا عمر بن عبد الرحمن - أبو حفص الأبار -، عن السدي، قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾، قال: هم المؤمنون، و**عليٌّ** منهم.

281- حدثنا الربيع بن [سليمان] المرادي، حدثنا أيوب بن سويد، عن عتبة بن أبي حكيم، في قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾، قال: **عليُّ بن أبي طالب**.

❖ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے)۔

حدیث 279: ہم سے ابو سعید الاشج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محاربی نے بیان کیا، انہوں نے عبد الملک بن ابی سلیمان سے نقل کیا، انہوں نے کہا: میں نے ابو جعفر محمد بن علی [امام باقر علیہ السلام] سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ (تمہارا اولی تو صرف اللہ، اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے)، میں نے پوچھا: کیا یہ **علی** کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا: **علی** ان لوگوں میں [شامل] ہیں جو ایمان لائے۔

حدیث 280: ہم سے حسن بن عرفہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمر بن عبد الرحمن ــــ ابو حفص الابار ــــ نے بیان کیا، انہوں نے سُدی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں روایت کیا:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾، انہوں نے کہا: اس سے مراد تمام مؤمنین ہیں، اور **علی** ان میں سے ہیں۔

حدیث 281: ہم سے ربیع بن سلیمان المرادی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ایوب بن سوید نے بیان کیا، انہوں نے عتبہ بن ابی حکیم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں روایت کیا: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾، انہوں نے کہا: [اس سے مراد] **علی بن ابی طالب** ہیں۔

❖ قوله: ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ٥٥﴾.

283- حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا الفضل بن دكين - أبو نعيم الأحول -، حدثنا موسى بن قيس الحضرمي، عن سلمة بن كهيل، قال: **تصدق عليٌّ بخاتمه وهو راكع**، فنزلت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ٥٥﴾.

❖ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (اور وہ زکوۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں)۔

حدیث 283: ہم سے ابو سعید الاشج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضل بن دکین —ابو نعیم الاحول— نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن قیس الحضرمی نے بیان کیا، انہوں نے سلمہ بن کہیل سے روایت کیا، انہوں نے کہا: **علی علیہ السلام** نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی کا صدقہ دیا، تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ

رَاكِعُونَ ﴾ (تمہارا سرپرست تو صرف اللہ، اس کا رسول اور وہ مؤمنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں)۔

تفسير القرآن العظيم

مسندا عن

الرسول صلى الله عليه وسلم والصحابة والتابعين

للإمام الحافظ الناقد المفسر

أبي محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي

رحمه الله تعالى

المتوفى سنة ٣٢٧ هـ

دراسة وتحقيق وتخريج

د. عيادة بن أيوب الكبيسي

المجلد الخامس

تفسير سورة المائدة

دار ابن الجوزي

﴿وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾؛ يعني: أنه من أسلم تولّىٰ الله، ورسوله، والذين آمنوا.

* قوله تعالى: ﴿وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾.

٢٧٩ ـ حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا المحاربي، عن عبد الملك بن أبي سليمان، قال: سألت أبا جعفر محمد بن علي عن قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾، قلت: نزلت في عليٍّ؟ قال: عليٌّ من الذين آمنوا.

٢٨٠ ـ حدثنا الحسن بن عرفة، حدثنا عمر بن عبد الرحمٰن ـ أبو حفص الأبّار ـ، عن السدي، قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾، قال: هم المؤمنون، وعليٌّ منهم.

٢٨١ ـ حدثنا الربيع بن [١٣/ب] سليمان المرادي، حدثنا أيوب بن سويد، عن عتبة بن أبي حكيم، في قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾، قال: عليٌّ بن أبي طالب.

---

[٢٧٩] في إسناده المحاربي: مدلس من الثالثة، ولم يصرح بالسماع، وقد تابعه عبدة عند ابن جرير، وعبد الملك: صدوق له أوهام، ولم يتابع؛ فالإسناد ضعيف.

أخرجه ابن جرير بلفظه، وبزيادة في أوله من طريق عبدة عن عبد الملك، به برقم: (١٢٢١١)، وأخرجه بنحوه من طريق ابن وكيع، عن المحاربي، به برقم: (١٢٢١٢)، ١٠/ ٤٢٥ ـ ٤٢٦.

وذكره البغوي والخازن بنحوه، ٢/ ٥٥، ونقله ابن كثير ٢/ ٧١ عن ابن جرير. وأخرجه عبد بن حميد وابن المنذر؛ كما في الدر ٢/ ٢٩٤، وساقه؛ كما في ابن جرير.

[٢٨٠] إسناده حسن.

لم أقف على من نسبه إلى السدي بهذا اللفظ، وقد ذكره بعضهم بنحو الأثر الآتي برقم: (٢٨٣)، ونسبوه إلى السدي؛ كما سيأتي في تخريجه

[٢٨١] في إسناده أيوب بن سويد: صدوق يخطئ، ولم يتابع؛ فالإسناد ضعيف.

أخرجه ابن جرير بلفظه من طريق إسماعيل بن إسرائيل الرملي، عن أيوب بن سويد، به برقم: (١٢٢١٣) ١٠/ ٤٢٦. ونقله ابن كثير ٢/ ٧١ عن المصنف بسنده ولفظه، إلا أنه زاد في أوله: «هم المؤمنون». وأشار إليه السيوطي ٢/ ٢٩٣.

* **قوله** ﷻ: ﴿ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ﴾.

٢٨٢ ـ حدثنا علي بن الحسين، حدثنا عبد الرحمٰن بن إبراهيم ـ دحيم ـ، حدثنا الوليد، حدثنا عبد الرحمٰن بن نمر؛ قال: قال الزهري: «إقامتها»: أن تصلي الصلوات الخمس لوقتها.

* **قوله:** ﴿وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمۡ رَٰكِعُونَ ۝٥٥﴾.

٢٨٣ ـ حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا الفضل بن دكين ـ أبو نعيم الأحول ـ، حدثنا موسى بن قيس الحضرمي، عن سلمة بن كهيل، قال: تصدق عليٌّ بخاتمه وهو راكع، فنزلت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمۡ رَٰكِعُونَ ۝٥٥﴾.

الوجه الثاني:

٢٨٤ ـ حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا عبد الله بن إدريس، عن أبيه،

---

[٢٨٢] يأتي بسنده ولفظه في الأثر (٧٨٥) من تفسير سورة التوبة، المجلد الثامن، وفيه: «حدثنا أبي»، بدل: علي بن الحسين.

[٢٨٣] إسناده حسن، ويشهد له ما أخرجه ابن جرير عن السدي ـ كما سيأتي في تخريجه ـ؛ فهو صحيح لغيره.

أخرجه ابن جرير بنحوه بإسناد حسن عن السدي برقم: (١٢٢١٠)، وبإسناد آخر عن مجاهد، وفيه: غالب بن عبد الله العقيلي: متروك، برقم: (١٢٢١٤)، ١٠/٤٢٥ و٤٢٦. وذكره البغوي والخازن ٢/٥٥ بنحوه، ونسباه إلى السدي، ونقله ابن كثير ٢/٧١ عن المصنف بسنده ولفظه. وأخرجه أبو الشيخ وابن عساكر؛ كما في الدر ٢/٢٩٣، وساقه بلفظه.

[٢٨٤] إسناده صحيح إلى عطية العوفي، تقدم في الاثر (٢٥١).

أخرجه ابن جرير من طريق أبي كريب، عن ابن إدريس، به، حيث أشار إليه برقم: (١٢٢٠٨)، ١٠/٤٢٥. وذكره البغوي والخازن، ونسباه إلى ابن عباس ﵄ ٢/٥٥، وانظر: ابن كثير ٢/٦٨ و٧١، وذكره السيوطي، بلفظه، وكذا ذكره الشوكاني ٢/٥٣.

فائدة: قال الحافظ ابن كثير ـ رحمه الله تعالى ـ: قد توهم بعض الناس أن هذه الجملة ـ وهم راكعون ـ في موضع الحال من: ﴿وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ﴾؛ أي: في حال ركوعهم، =

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ٥٥﴾

اس میں دو مسائل (بحثیں) ہیں:

پہلا مسئلہ: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ﴾؛ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: "قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے لوگوں نے ہم سے قطع تعلق کر لیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھیں گے، جبکہ مکانات دور ہونے کی وجہ سے ہم آپ کے صحابہ کی مجلسوں میں بھی [آسانی سے] نہیں بیٹھ سکتے۔" اس پر یہ آیت نازل ہوئی، تو انہوں نے کہا: "ہم اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین کو بطور ولی (سرپرست و دوست) پا کر راضی ہیں۔"

اور لفظ « الذین » تمام مؤمنین کے لیے عام ہے؛ اور یقیناً ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب [امام باقر علیہ السلام] سے اس کے معنی ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا کہ: کیا اس سے مراد **علی بن ابی طالب** ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: **علی** مؤمنین میں سے ہیں؛ ان کا میلان اس طرف تھا کہ یہ [لفظ] تمام مؤمنین کے لیے ہے۔ النحاس نے کہا: یہ ایک واضح قول ہے؛ کیونکہ لفظ « الذین » جماعت (جمع) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اور ابن عباس نے کہا ہے کہ یہ ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جبکہ دوسری روایت میں انہوں نے کہا: یہ **علی بن ابی طالب** کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور یہی بات مجاہد اور سُدی نے بھی کہی ہے۔ اور انہیں اس معنی پر ابھارنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

دوسرا مسئلہ: اور وہ یہ ہے کہ ایک سائل نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں سوال کیا، تو اسے کسی نے کچھ نہ دیا، اور **علی [علیہ السلام]** نماز میں رکوع کی حالت میں تھے، اور ان کے دائیں ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی، پس انہوں نے سائل کی طرف اس کا اشارہ کیا یہاں تک کہ اس نے اسے لے لیا۔

کِیاالطبری کہتے ہیں: یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عملِ قلیل (تھوڑا سا عمل) نماز کو باطل نہیں کرتا، کیونکہ رکوع کی حالت میں انگوٹھی کا صدقہ دینا ایک ایسا عمل تھا جو نماز کے دوران پیش آیا اور اس سے نماز باطل نہیں ہوئی۔

اور اللہ کا فرمان: ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نفلی صدقے کو بھی زکوٰۃ کا نام دیا جاسکتا ہے، کیونکہ **علی [علیہ السلام]** نے رکوع میں اپنی انگوٹھی نفلی طور پر [تطوعاً] صدقہ کی تھی، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مانند ہے: ﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ﴾ (اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا چاہنے کے لیے دو، تو یہی لوگ اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں) [الروم:39]، اور اس میں فرض اور نفل دونوں شامل ہیں، پس زکوٰۃ کا نام فرض اور نفل دونوں کو شامل ہو گیا، جیسے صدقہ اور نماز کا نام ان دونوں امور (فرض و نفل) پر مشتمل ہوتا ہے۔

اور ابن خُویز مَنداد نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ نماز میں معمولی عمل کے جائز ہونے کو شامل ہے، اور یہ اس لیے کہ یہ آیت مدح (تعریف) کے طور پر آئی ہے، اور مدح کے باب میں کم از کم درجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عمل مباح ہو، اور یقیناً یہ روایت کی گئی ہے کہ **علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** نے نماز کی حالت میں سائل کو کوئی چیز عطا کی تھی، اور یہ ممکن ہے کہ یہ نفلی نماز ہو؛ کیونکہ فرض نماز میں ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مدح دو حالتوں کے جمع ہونے پر متوجہ ہو، گویا انہوں نے ایسے شخص کا وصف بیان کیا جو نماز اور زکوۃ کی فرضیت کا عقیدہ رکھتا ہے، پس نماز کو رکوع سے تعبیر کیا اور وجوب کے عقیدے کو فعل (عمل) سے تعبیر کیا؛ جیسا کہ آپ کہتے ہیں: "مسلمان ہی نماز پڑھنے والے ہیں"، اور آپ کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ وہ اسی موجودہ حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں، اور نہ ہی مدح کو عین نماز کی حالت پر متوجہ کیا جاتا ہے؛ بلکہ آپ کی مراد وہ شخص ہوتا ہے جو یہ عمل کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہے۔

الجامع لأحكام القرآن

والمبين لما تضمنه من السنة وآي الفرقان

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي
(ت ٦٧١ هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

شارك في تحقيق هذا الجزء

محمد رضوان عرقسوسي   ماهر حبوش

الجزء الثامن

مؤسسة الرسالة

قوله تعالى: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾﴾

فيه مسألتان:

الأولى: قوله تعالى: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ﴾؛ قال جابر بنُ عبد الله: قال عبد الله بن سَلَام للنبي ﷺ: إنَّ قوماً[1] من قُرَيظةَ والنَّضير قد هجرونا، وأقسموا ألَّا يجالسونا، ولا نستطيعُ مجالسةَ أصحابك لبُعد المنازل. فنزلت هذه الآية، فقال: رضينا بالله وبرسوله وبالمؤمنين أولياءَ[2].

«والَّذِينَ» عامٌّ في جميع المؤمنين؛ وقد سُئِل أبو جعفر محمد بنُ علي بن الحسين ابن علي بن أبي طالب[3] ﷺ عن معنى: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾: هل هو عليُّ بن أبي طالب؟ فقال: عليٌّ من المؤمنين؛ يذهب إلى أنَّ هذا لجميع المؤمنين. قال النحاس[4]: وهذا قول بيِّن؛ لأنَّ «الذين» لجماعة.

وقال ابن عباس: نزلت في أبي بكر ﷺ[5]. وقال في رواية أخرى: نزلت في علي ابن أبي طالب ﷺ[6]. وقاله[7] مجاهد والسُّدي[8]. وحمَلهم على ذلك قولُه تعالى:

(١) في (م): قومنا.

(٢) أسباب النزول للواحدي ص ١٩٢، وتفسير البغوي ٢/ ٤٧.

(٣) في (د) و(ز): محمد بن علي بن أبي طالب، وهو خطأ، وفي (ظ): محمد بن علي.

(٤) إعراب القرآن ٢/ ٢٨ وما قبله منه، وأخرج قول أبي جعفر الطبريُّ في التفسير ٨/ ٥٣١.

(٥) ذكر هذا القول الرازي في تفسيره ١٢/ ٢٦، وابن الجوزي في زاد المسير ٢/ ٣٨٣ ونسباه لعكرمة.

(٦) أخرجه الواحدي في أسباب النزول ص١٩٢ - ١٩٣، وفيه أن الآية التي نزلت في ذلك قوله تعالى: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ...﴾، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٢/ ٢٩٣ لعبد الرزاق والخطيب في المتفق، قال الحافظ ابن كثير في البداية والنهاية ١١/ ٩٤: ولم ينزل في علي شيء من القرآن بخصوصه، وكل ما يوردونه من الآيات والأحاديث في أنها نزلت في علي لا يصح شيء منها، وإنما هذا من غلوِّ الرافضة.

(٧) في النسخ: وقال، والمثبت من (م).

(٨) أخرجه الطبري ٨/ ٥٣٠ - ٥٣١.

﴿ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ﴾ وهي:

المسألة الثانية: وذلك أنَّ سائلاً سأل في مسجد رسولِ الله ﷺ، فلم يعطه أحدٌ شيئاً، وكان علي في الصلاة في الركوع، وفي يمينه خاتمٌ، فأشار إلى السائل به[(١)] حتى أخذه[(٢)].

قال الكيا الطبريُّ: وهذا يدلُّ على أنَّ العملَ القليلَ لا يُبطل الصلاةَ، فإنَّ التصدُّقَ بالخاتم[(٣)] في الركوع عملٌ جاء به في الصلاة، ولم تبطل به الصلاة.

وقوله: ﴿وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ﴾ يدلُّ على أنَّ صدقةَ التطوعِ تُسمَّى زكاةً، فإنَّ عليًّا تصدَّق بخاتمه [تطوُّعاً] في الركوع، وهو نظيرُ قولِه تعالى: ﴿وَمَآ ءَاتَيْتُم مِّن زَكَوٰةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُضْعِفُونَ﴾ [الروم:٣٩]، وقد انتظم الفرضَ والنَّفلَ، فصار اسمُ الزكاة شاملاً للفرض والنَّفل، كاسم الصَّدقةِ وكاسم الصَّلاةِ ينتظم الأمرين[(٤)].

قلت: فالمراد على هذا بالزكاة التصدُّقُ بالخاتم. وحَمْلُ لفظ الزكاةِ على التصدُّق بالخاتم فيه بُعدٌ؛ لأنَّ الزكاةَ لا تأتي إلا بلفظها المختصِّ بها، وهو الزكاة المفروضةُ، على ما تقدَّم بيانه في أول سورة البقرة[(٥)]. وأيضاً؛ فإنَّ قبلَه: ﴿يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ﴾، ومعنى يقيمون الصلاة: يأتون بها في أوقاتها بجميع حقوقِها[(٦)]، والمراد صلاةُ الفرض، ثم قال: ﴿وَهُمْ رَٰكِعُونَ﴾، أي: النفل. وقيل: أفرد الركوع بالذِّكْر تشريفاً. وقيل: المؤمنون وقتَ نزولِ الآيةِ كانوا بين مُتِمٍّ للصلاة وبين راكع[(٧)].

---

(١) في (م): بيده. وينظر تفسير أبي الليث ١/ ٤٤٥ .

(٢) أخرجه الطبراني في الأوسط (٦٢٢٨) من حديث عمار بن ياسر ﷺ بنحوه. قال الهيثمي في المجمع ٧/ ١٧ : فيه من لم أعرفهم. وأخرجه الواحدي في أسباب النزول ص١٩٢ من حديث ابن عباس رضي الله عنهما مطولاً.

(٣) في أحكام القرآن للكيا: فإن التصرف بالخاتم.

(٤) أحكام القرآن للكيا ٣/ ٨٤ ، وما بين حاصرتين منه.

(٥) ١/ ٢٧٢ - ٢٧٤ .

(٦) إعراب القرآن للنحاس ٢/ ٢٧ .

(٧) ينظر أحكام القرآن للجصاص ٢/ ٤٤٦ .

وقال ابن خُوَيزِمَنداد: قوله تعالى: ﴿وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ﴾ تضمَّنت جوازَ العملِ اليسيرِ في الصلاة، وذلك أنَّ هذا خرج مَخرجَ المدْح، وأقلُّ ما في باب المدحِ أنْ يكونَ مباحاً[١]، وقد رُوي أنَّ عليَّ بن أبي طالب ﷺ أعطى السائل شيئاً وهو في الصلاة، وقد يجوزُ أنْ تكونَ هذه صلاةَ تطوّع؛ وذلك أنه مكروهٌ في الفرض[٢]. ويحتملُ أنْ يكونَ المدحُ متوجِّهاً على اجتماع حالتين، كأنه وصَفَ مَنْ يعتقد وجوبَ الصلاةِ والزكاة، فعبَّر عن الصلاة بالركوع، وعن الاعتقاد للوجوب بالفعل؛ كما تقول: المسلمون هم المصلُّون، ولا تريد أنهم في تلك الحالِ مُصَلُّون، ولا توجِّه[٣] المدحَ حالَ الصَّلاة؛ فإنما تريد مَنْ يفعلُ هذا الفعلَ، ويعتقدُه.

قوله تعالى: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿٥٦﴾﴾

قوله تعالى: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾، أي: مَنْ فوَّض أمره إلى الله، وامتثل أمرَ رسولِه، ووالَى المسلمين، فهو من حزب الله.

وقيل: أي: ومَنْ يتولَّى القيامَ بطاعة الله ونُصرة رسولِه والمؤمنين ﴿فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ﴾. قال الحسن: حِزبُ الله: جندُ الله. وقال غيره: أنصارُ الله[٤]، قال الشاعر:

وكيف أَضْوَى وبلالٌ حِزْبي[٥]

---

(١) ينظر أحكام القرآن للجصاص ٢/ ٤٤٦ .

(٢) ينظر إكمال المعلم ٢/ ٤٧٤ - ٤٧٥ ، والمفهم ٢/ ١٥٢ - ١٥٣ .

(٣) في (د): يوجد، وفي (م): يوجه، والمثبت من (ظ).

(٤) ينظر مجاز القرآن لأبي عبيدة ١/ ١٦٩ ، وتفسير البغوي ٢/ ٤٧ ، وقول الحسن أورده الواحدي في الوسيط ٢/ ٢٠٢ .

(٥) قائله رؤبة بن العجاج، وهو في ديوانه ص١٦ برواية: ولستُ أَضْوى.
وذكره بمثل رواية المصنف أبو عبيدة في مجاز القرآن ١/ ١٦٩ ، وقال: قوله: أضوى، أي: أنتقص وأستضعف؛ من الضَّوى. وبلال المذكور في البيت هو ابنُ أبي بردة كما ذكر العلامة محمود شاكر في تعليقه على تفسير الطبري ١٠/ ٤٢٨ ، وذكر أن رواية: وكيف أضوى، تصحيف.

پھر فرمایا: ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ (وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں)؛ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور یہ اس وقت ہوا کہ جب بلال نے اذان دی اور رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، کوئی قائم تھا، کوئی راکع (رکوع میں) تھا اور کوئی ساجد (سجدے میں) تھا، اچانک آپ ﷺ نے ایک مسکین کو دیکھا جو لوگوں سے سوال کر رہا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: "کیا تمہیں کسی نے کچھ دیا ہے؟" اس نے کہا: "جی ہاں"۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا دیا ہے؟" اس نے کہا: "چاندی کی ایک انگوٹھی"۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تمہیں کس نے دی؟" اس نے کہا: "اس نماز پڑھنے والے نے"۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "کس حالت میں دی؟" اس نے کہا: "انہوں نے مجھے رکوع کی حالت میں دی"۔ پس آپ ﷺ نے دیکھا تو وہ **حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [علیہ السلام]** تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن سلام کے سامنے یہ آیت پڑھی:

(الذین یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ) ﴿وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (یعنی وہ رکوع کی حالت میں صدقہ دیتے ہیں)

جہاں انہوں نے رکوع کی حالت میں ہی مسکین کی طرف اپنی انگوٹھی سے اشارہ کیا یہاں تک کہ اس نے ان کی انگلی سے انگوٹھی نکال لی جبکہ وہ رکوع میں ہی تھے۔

تفسير السمرقندي

المسمى

بحر العلوم

لأبي الليث نصر بن محمد بن أحمد بن ابراهيم السمرقندي
المتوفى سنة ٣٧٥ هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ علي محمد معوض الشيخ عادل أحمد عبد الموجود
الدكتور زكريا عبد المجيد النوتي
كلية اللغة العربية - جامعة الأزهر

الجزء الاول

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

إلى رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ لقاتلتهم عليه(١). فاتفقت الصحابة على قول أبي بكر وجمعوا العسكر وجاءهم من قبل اليمن سبعة آلاف رجل، واجتمع ثلاثة آلاف من أفناء الناس فخرجوا وأميرهم «خالد بن الوليد» وقاتلهم، وخرج مسيلمة الكذاب مع أهل اليمامة واجتمع الأعراب معه وكان بينهم قتال شديد فقتل يومئذ من المسلمين مائة وأربعون رجلاً ومنهم «ثابت بن قيس بن شماس»، «وسالم مولى أبي حذيفة» وغيرهما فكاد المسلمون أن ينهزموا كلهم حتى نصرهم الله وأظهرهم على أعدائه، وقُتل مسيلمة الكذاب وأصحابه، وتاب أهل الردة، فذلك قوله تعالى: ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ يعني: يحبون الله ﴿أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ يعني رحيمة لينة على المؤمنين ﴿أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ يقول: شديدة غليظة (على الكافرين) يعني أهل اليمن. وروى أبو هريرة عن رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ أنه قال: أتاكم أهل اليمن هم أَلْيَنُ قلوباً وأرق أفئدة، والإيمان يمان والحكمة يمانة(٢). وروي عن علي ـ كرم الله وجهه ـ أنه قال: (فسوف يأتي الله بقوم) يعني الجند من جنود الله مردا وعوناً للخليفة أبي بكر يحبهم الله كحب الوالد لولده أذلة على المؤمنين كالعبد لسيده (أعزة على الكافرين) كالسبع على فريسته. ويقال: فسوف يأتي الله بقوم يحبهم ويحبونه هو أبو بكر وأصحابه. وقال الحسن:(٣) هو والله أبو بكر وأصحابه وقال الضحاك:(٤) هو أبو بكر وأصحابه لما ارتدت العرب جاهدهم حتى ردهم إلى الإسلام وهذا من شمائل أبي بكر حيث اتفقت الصحابة على رأيه وذكر أنه لما قبض النبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ همَّ المنافقون أن يُظهروا كفرهم وتحير أصحاب النبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ عند ذلك حتى جاء عمر، وصعد المنبر فقال: من قال إن محمداً قد مات فأنا أفعل به كذا وكذا بل هو حي حتى يخرج إليكم وقد وعدنا الله تعالى أن يظهره على الدين كله. فجاء أبو بكر فقال له: انزل يا عمر فصعد أبو بكر فقال: من كان يعبد محمداً ـ عليه السلام ـ فقد مات محمد ـ عليه السلام ـ ومن كان يعبد الله تعالى فهو حي لا يموت ومن أراد أن يرجع عن دينه فليس بيننا وبينه إلا السيف فخاف المنافقون فكتموا(٥) نفاقهم وقرأ: (إنك ميت وإنهم ميتون) وقرأ: (وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل) فقال عمر: كأني لم أكن سمعت هذه الآية. ثم اختلاف آخر كان في دفنه فقال أبو بكر: يدفن حيث مات، فاتفقوا على قوله ثم اختلاف آخر كان في سقيفة بني ساعدة في الخلافة فاتفقوا على قوله ثم اختلاف أهل الردة وكلهم اتفقوا على قوله فذلك قوله تعالى: ﴿يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ يعني في طاعة الله ﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ يعني لا يخافون ملامة الناس بما يعملون من الطاعات ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ﴾ يعني ذلك توفيق الله ﴿يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ يعني يوفق من يشاء، ويقال ذلك دين الله الإسلام يهدي به من يشاء ﴿وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ يعني واسع الفضل عليم بمن يصلح للهدى. قوله تعالى:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿٥٦﴾﴾

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ وذلك أن عبد الله بن سلام وأصحابه قالوا للنبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ إن اليهود أظهروا لنا العداوة وحلفوا أن لا يخالطونا في شيء ومنازلنا فيهم بعيدة من المسجد

---

(١) أخرجه البخاري ١/٧٥ في الإيمان (٢٥)، ومسلم ١/٥٣ في الإيمان (٢٢/٣٦).
(٢) أخرجه البخاري ٨/٩٨ في المغازي (٤٣٨٨)، ومسلم ١/٧٢ في الإيمان (٨٤ ـ ٥٢/٨٧).
(٣) انظر تفسير الطبري ١٠/٤١١.
(٤) أخرجه ابن جرير الطبري في التفسير ١٠/٤١٢.
(٥) فخاف المنافقون فكتموا.

ولا نجد محدثاً دون هذا المسجد فنزلت هذه الآية (إنما وليكم الله ورسوله) يقول: حافظكم وناصركم الله ورسوله ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ﴾ فقال: يا رسول الله رضينا بالله ورسوله وبالمؤمنين. وقال الضحاك: إن النبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ لما هاجر إلى المدينة أتاه بنو أسد بن خزيمة وهم سبعمائة رجالهم ونساؤهم فلما قدموا المدينة، فقالوا: يا رسول الله اغتربنا وانقطعنا عن قبائلنا وعشيرتنا، فمن ينصرنا فنزل: (إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا)(١). ثم قال: ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ قال ابن عباس: وذلك أن بلالاً لما أذّن وخرج رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ والناس في المسجد يصلون بين قائم وراكع وساجد فإذا هو بمسكين يسأل الناس فدعاه رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ وقال: هل أعطاك أحد شيئاً؟ قال: نعم قال: ماذا؟ قال: خاتم فضة، قال: ومن أعطاك؟ قال: ذلك المصلى، قال في أي حال أعطاك؟ قال: أعطاني وهو راكع فنظر فإذا هو عليّ بن أبي طالب ـ رضي الله عنه ـ فقرأ رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ على «عبد الله بن سلام» (الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة) ﴿وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ يعني يتصدقون في حال ركوعهم حيث أشار بخاتمه إلى المسكين حتى نزع من أصبعه وهو في ركوعه. ويقال يراد به جميع المسلمين أنهم يصلون ويؤدون الزكاة ثم قال: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ يعني يجعل الله ناصره ويجالس النبي ـ صلى الله عليه وسلم ـ وأصحابه ﴿فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ﴾ يعني جند الله ﴿هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ قال محمد بن إسحق نزلت هذه الآية في «عبادة بن الصامت» حين تبرأ من ولاية اليهود يعني يهود بني قينقاع وتولى الله ورسوله فأخبر الله تعالى: أن العاقبة لمن يتولى الله ورسوله فإن الله ينصر أولياءه ويبطل كيد الكافرين فذلك قوله تعالى: (فإن حزب الله هم الغالبون) يعني هم الظاهرون على أعدائه والعاقبة لهم. وقوله تعالى:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ دِينَكُمْ هُزُوٗا وَلَعِبٗا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَٱلْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ ٱتَّخَذُوهَا هُزُوٗا وَلَعِبٗاۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٞ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيْنَكُمْ هُزُواً وَلَعِباً﴾ يعني الذين آمنوا بلسانهم ولم يؤمنوا بقلوبهم. ويقال: أراد به المخلصين نهاهم الله تعالى عن ولاية الكفار. وروى محمد بن إسحق بإسناده عن عبد الله بن عباس قال: كان «رفاعة بن زيد بن تابوت وسويد بن الحارث» قد أظهرا الإسلام ونافقا وكان رجال من المسلمين يوادونهما فأنزل الله تعالى: (لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم) الإسلام (هزوا ولعبا)(٢) يعني سخرية وباطلاً ﴿مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ﴾ يعني مشركي العرب. قرأ أبو عمرو والكسائي:(٣) (والكفار) بالخفض وقرأ الباقون: بالنصب، فمن قرأ بالخفض فمعناه من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم، ومن الكفار أولياء، ومن قرأ بالنصب فهو معطوف على قوله: (لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم ولا تتخذوا الكفار أولياء). ثم قال: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ يعني إن كنتم مؤمنين فلا تتخذوا الكفار أولياء. قوله تعالى: ﴿وَإِذا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلاَةِ﴾ يعني إذا أذن المؤذن للصلاة وإنما أضاف النداء إلى جميع المسلمين لأن المؤذن يؤذن لهم ويناديهم

(١) انظر أسباب النزول للواحدي ١٤٨.
(٢) أسباب النزول للواحدي ١٤٩.
(٣) انظر حجة القراءات لابن زنجلة ٢٣٠، سراج القارىء ٢٠١.

پھر اس کے نزول کے بارے میں اختلاف ہوا ہے:

بعض نے کہا: یہ **علی رضی اللہ عنہ** کے شان میں نازل ہوئی ــــ جنہوں نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی صدقہ کی تھی۔

وہ کہتے ہیں: نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو وہاں ایک مسکین تھا، پس نبی ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: "کیا تمہیں کسی نے کچھ دیا ہے؟" اس نے کہا: "جی ہاں [یا رسول اللہ]"، نبی ﷺ نے پوچھا: "کیا دیا ہے؟" اس نے کہا: "چاندی کی ایک انگوٹھی"، آپ ﷺ نے پوچھا: "تمہیں کس نے دی ہے؟" اس نے کہا: "اس کھڑے ہوئے شخص نے ــــ یعنی **علی** کو مراد لیا ــــ" نبی ﷺ نے فرمایا: "کس حالت میں اس نے تمہیں دی؟" اس نے کہا: "انہوں نے مجھے دی جبکہ وہ رکوع میں تھے"؛ پس نبی ﷺ نے تکبیر کہی اور ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کی مدح وثناء کی۔ پس روافض نے اس آیت سے **علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** کی فضیلت اور ان کے لیے خلافت کے اثبات پر استدلال کیا ہے نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کے لیے۔

اور وہ کہتے ہیں: یہ ان کے شان میں نازل ہوئی ــــ جیسا کہ ابو جعفر [امام باقر] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "**علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** نے اپنی انگوٹھی صدقہ کی جبکہ وہ رکوع میں تھے؛ تو یہ نازل ہوا: ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾"۔

پھر اگر وہ حدیث صحیح ہو جو ابو جعفر [امام باقر] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ تو آیت میں دو معانی ہیں:

ان میں سے ایک: **علی کرم اللہ وجہہ** کی فضیلت ہے، اور یہ کہ وہ بہت سے فضائل کے مالک تھے، جو خیر کی خصلتوں پر مشتمل تھے۔

اور دوسرا یہ کہ: نماز میں معمولی عمل نماز کو فاسد نہیں کرتا، اور بعض اخبار میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں اپنے نعلین مبارک اتارے، اور یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگایا، اور اس کے علاوہ دیگر معمولی عمل جو آپ ﷺ نے اپنی نماز میں کیے؛ پس ہر اس عمل کو اس پر قیاس کیا جائے گا جو نماز کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

اور اس میں ایک اور رخ بھی ہے: اور وہ یہ کہ نفلی صدقے کو بھی زکوٰۃ کا نام دیا جاتا ہے؛ کیونکہ **علی رضی اللہ عنہ** کا انگوٹھی کے ساتھ صدقہ کرنا فرض زکوٰۃ نہیں تھا، بلکہ وہ نفلی صدقہ تھا، پس اللہ نے اسے زکوٰۃ کا نام دیا اگرچہ وہ نفلی تھا؛ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ﴾ [الروم:39]، پس اللہ نے اسے زکوٰۃ کا نام دیا، اور اگر وہ نفلی ہو؛ جیسا کہ فرض نماز اور نفلی نماز کو 'صلوٰۃ' کہا جاتا ہے، اور نفلی روزے اور فرض روزے کو 'صیام' کہا جاتا ہے؛ پس اس کا یہی حکم ہو گا۔

تأويلات أهل السنة

تفسير الماتريدي

تأليف

الإمام أبي منصور محمد بن محمد بن محمود الماتريدي

المتوفى ٣٣٣هـ

تحقيق

الدكتور مجدي باسلوم

الجزء الثالث

المحتوى:

من أول سورة النساء - إلى آخر سورة المائدة

منشورات محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية بيروت لبنان

ومضيعًا حقا لغيره، ومن كان هذا سبيله لم يكن يستوجب كل هذا الثناء من الله تعالى؛ فهذا ينقض على الروافض قولهم وما روي: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ»[١] وغيره من الأخبار، وذلك في الوقت الذي طلب علي -رضي الله عنه- الخلافة وحارب عليها؛ لأنه لا يحتمل أن يعلم أن له الخلافة في زمن أبي بكر -رضي الله عنه- ويرى الحق لنفسه، ثم يترك طلبها؛ لأنه كان مضيعًا حق الله عليه؛ فدل سكوته وترك طلبه على أن الحق ليس له، ولكن كان لأبي بكر -رضي الله عنه- والله أعلم.

وقوله -عز وجل-: ﴿أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾.

أي: للمؤمنين، أي: ذوو[٢] رحمة ورأفة للمؤمنين.

﴿أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾

أي: شاقة شديدة على الكافرين، وهو ما وصفهم، عز وجل: ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح: ٢٩] الآية، بذلك وصفهم عز وجل.

وقوله: ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ اختلف فيه:

قال بعضهم: ذلك الجهاد في سبيل الله، أي: في طاعة الله ﴿فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾، وقيل: ذلك الإسلام ﴿فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾.

﴿وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

قد ذكرنا هذا في غير موضع.

قوله تعالى: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾

وقوله -عز وجل-: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا . . . ﴾ الآية.

قال بعض أهل التأويل: قوله -تعالى-: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ هو صلة قوله: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [وكذلك قوله -تعالى-][٣]: ﴿لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ﴾ [المائدة: ٥٧] هو صلة ما تقدم [ذكره][٤]: نهى المؤمنين أن يتخذوا الذين أوتوا

---

(١) أخرجه الترمذي (٣٧١٣)، وأحمد (٤/ ٣٧٠)، والنسائي في خصائص علي (ص-١٥)، وابن حبان (٢٢٠٥)، والحاكم (٣/ ١٠٩)، وابن أبي عاصم في «السنة» (١٣٦٥، ١٣٦٦، ١٣٦٧، ١٣٦٨)، والطبراني في الكبير (٤٩٦٨، ٤٩٦٩، ٤٩٧٠) من حديث زيد بن أرقم، وقال الترمذي: حسن صحيح.

(٢) في أ: ذو.

(٣) في ب: وقوله.

(٤) سقط من ب.

الكتاب، والذين لم يؤتوا الكتاب أولياء في غير آي من القرآن، وأخبر أن الله ورسوله هو ولي الذين آمنوا، والمؤمنون -أيضًا- بعضهم أولياء بعض [كما في] قوله: ﴿وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ [التوبة: ٧١]، فإذا كان الله -عز وجل- ورسوله والذين آمنوا أولياء لمن آمن - لم ينبغ أن يتخذوا الكفار أولياء.

وذكر في بعض القصة أن عبد الله بن سلام قال للنبي ﷺ: إن اليهود أظهروا لنا العداوة من أجل إسلامنا، وحلفوا ألا يكلمونا، ولا يخالطونا في شيء، ومنازلنا فيهم، وإنا لا نجد متحدثًا دون هذا المسجد؛ فنزلت الآية - فقالوا: قد رضينا بالله وبرسوله والمؤمنين أولياء.

ثم اختلف في نزوله:

قال بعضهم: نزلت في شأن علي -رضي الله عنه- تصدق بخاتمه وهو في الركوع(١).

ويقولون: خرج النبي ﷺ فإذا هو بمسكين، فدعاه النبي ﷺ فقال: «هَلْ أَعْطَاكَ أَحَدٌ شَيْئًا»، قال: نعم [يا رسول الله](٢)، قال النبي ﷺ: «ماذا ؟» قال: خاتم فضة؟ قال: «مَنْ أَعْطَاكَ؟» قال: ذلك الرجل القائم- يعني: عليا - قال النبي ﷺ: «على أي حال أعطاكه؟ قال: أعطانيه وهو راكع؛ فكبر النبي ﷺ ودعا له وأثنى عليه(٣). فاحتج الروافض بهذه الآية على تفضيل علي بن أبي طالب - رضي الله عنه - على أبي بكر وإثبات الخلافة له دون غيره.

ويقولون: نزلت في شأنه -رضي الله عنه- لما روي عن أبي جعفر -رضي الله عنه- قال: «تصدق علي بن أبي طالب -رضي الله عنه- بخاتمه وهو راكع؛ فنزل: ﴿ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ﴾(٤)

فيقال لهم : هب أن الآية نزلت في شأنه، وليس فيها دلالة إثبات الخلافة له في زمن

---

(١) أخرجه ابن جرير (٤/٦٢٨-٦٢٩) (١٢٢١٥) عن السدي، (١٢٢١٨) عن عتبة بن أبي حكيم، (١٢٢١٩) عن مجاهد، وذكره السيوطي في الدر (٢/٥١٩)، وعزاه للخطيب في المتفق والمفترق وعبد الرزاق وعبد بن حميد وأبي الشيخ وابن مردويه عن ابن عباس، وللطبراني في الأوسط وابن مردويه عن عمار بن ياسر، ولابن أبي حاتم وأبي الشيخ وابن عساكر عن سلمة بن كهيل، وابن جرير عن مجاهد، والسدي، وعتبة بن أبي حكيم.

(٢) سقط من ب.

(٣) أخرجه الطبري (١٢٢١٥) عن السدي، وبرقم (١٢٢١٦) عن أبي جعفر، وبرقم (١٢٢١٩) عن مجاهد. وأخرجه الخطيب في المتفق والمفترق، كما في الدر المنثور (٢/٥١٩) عن ابن عباس، وله طرق أخرى كثيرة. ينظر: الدر المنثور (٢/٥١٩-٥٢٠).

(٤) ذكره ابن الجوزي في زاد المسير (٢/٣٨٣).

أبي بكر -رضي الله عنه- لأنا قد ذكرنا في الآية الأولى ما يدل على إثبات الإمامة له في الوقت الذي كان هو إمامًا، ونحن لا نجعل لعلي - كرم الله وجهه - الخلافة له في الوقت الذي لم ير لنفسه فيه الخلافة؛ لأنه روي عنه أنه قال: «إن أبا بكر هو خير الناس بعد رسول الله، ﷺ»[١] أو كلام نحو هذا.

وفي الخبر عن النبي ﷺ أنه قال: «لَوْ وَلَّيْتُمْ أَبَا بَكْرٍ لَوَجَدْتُمُوهُ قَوِيًّا فِي دِينِهِ، ضَعِيفًا فِي بَدَنِهِ، وَإِنْ وَلَّيْتُمْ عُمَرَ لَوَجَدْتُمُوهُ قَوِيًّا فِي دِينِهِ وَبَدَنِهِ، وَإِنْ وَلَّيْتُمْ عَلِيًّا لَوَجَدْتُمُوهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا مُرْشِدًا» فنقول: نحن على ما كان من على وسائر الصحابة -رضوان الله عليهم أجمعين- من تسليم الأمور[٢] إلى أبي بكر، وتفويضهم إليه من غير منازعة ظهرت من على- كرم الله وجهه - في ذلك؛ فلو كان الحق له في ذلك الوقت، لظهرت منه المنازعة على ما ظهرت في الوقت الذي كان له.

فقالوا: لأن عليًا -رضي الله عنه- لم يكن له أنصار، وفي الوقت الذي ظهرت المنازعة منه والطلب كان له أنصار.

قيل: لا يحتمل أن يكون الحق له فيها ثم لا يطلب؛ لما لم يكن له أنصار؛ ألا ترى أن أبا بكر - رضي الله عنه - مع ضعفه في بدنه، خرج وحده لحرب أهل الردة، حتى لما رأوه خرج وحده حينئذ تبعوه؟! فأبو بكر لم يترك طلب الحق لعدم الأنصار، مع ضعفه في بدنه، فعلي -رضي الله عنه- مع شدته وقوته وفضل علمه بأمر الحرب؛ حتى لم يبارز أحدًا من الأعداء إلا غلبه وأهلكه؛ فكيف توهمتم فيه ترك طلب الحق لفقد الأنصار له والأعوان في ذلك؟! هذا لعمري لا يتوهم في أضعف أصحاب رسول الله ﷺ فضلا أن يتوهم في علي- رضي الله عنه- فدل ترك طلب ذلك منه على أنه ترك؛ لما رأى الحق له، والله أعلم.

واحتجوا بما روي عن [رسول][٣] الله ﷺ أنه قال لعلي: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، غَيْرَ أَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدِي»[٤]، وهارون كان خليفة موسى؛ فَلِمَ أنكرتم -أيضًا- أن

---

(١) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (٦/ ٣٥١) كتاب الفضائل: باب ما ذكر في فضل أبي بكر الصديق (٣١٩٥٠).

(٢) في الأصول: الأموال.

(٣) في ب: نبي.

(٤) أخرجه مسلم (٤/ ١٨٧٠) كتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل على بن أبي طالب، حديث (٣٠/ ٢٤٠٤)، وأحمد (١/ ١٧٧)، وعبد الرزاق (٩٧٤٥)، والحميدي (٧١) من حديث سعد بن أبي وقاص.

عليًا - رضي الله عنه - كان خليفة رسول[١] الله ﷺ؟! قيل: لهذا جوابان:

أحدهما : أن قوله: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى» يحتمل أن يكون في الأخوة التي كان آخاه رسول الله ﷺ وليس في إثبات الأخوة إثبات الخلافة له.

والثاني: أنه كانت له الخلافة في الوقت الذي كان هو، وليس في الخبر جعل الخلافة له في الأوقات كلها وهكذا جواب ما روي عنه: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ»[٢]، والله أعلم.

ثم إن كان الحديث الذي روي عن أبي جعفر -رضي الله عنه- صحيحًا؛ ففي الآية معنيان:

أحدهما : فضيلة علي - كرم الله وجهه - وقد كان كثير الفضائل، مُسْتَكْمِلاً خصال الخير.

والآخر: أن العمل اليسير في الصلاة لا يفسدها، وقد روي في بعض الأخبار عن النبي ﷺ أنه خلع نعله في الصلاة، وأنه مس لحيته، وأنه أشار بيده، وغير ذلك من العمل اليسير فعله في صلاته؛ فيقاس كل عمل يسير على ما دل عليه الخبر على جواز الصلاة.

وفيه وجه آخر: وهو أن الصدقة التطوع تسمى زكاة؛ لأن صدقة علي - رضي الله عنه - بالخاتم لم تكن صدقة مفروضة، بل كانت تطوعًا؛ فسماها الله زكاة وإن كانت تطوعًا؛ ألا ترى أنه قال في آية أخرى: ﴿وَمَآ ءَاتَيْتُم مِّن زَكَوٰةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ ٱللَّهِ﴾ [الروم: ٣٩]، فسماها [الله][٣] زكاة، وإن كانت تطوعًا؛ كما تسمى صلاة الفرض والتطوع: صلاة، وصوم التطوع والفرض: صيامًا؛ فعلى ذلك هذا.

وظاهر الآية في جملة المؤمنين، [و] ليس علي -رضي الله عنه- أولى بها من غيره، فإن كان فيه نزل، فهو ما ذكرنا، والله أعلم.

وقوله -عز وجل-: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ﴾.

ظاهر هذا لو صرف إلى أبي بكر الصديق -رضي الله عنه- كان أقرب؛ لأنه كان هو الغالب على أهل الردة من أول ما وقع بينهم إلى آخره، وعلي -رضي الله عنه- إنما صار الأمر له في آخره حين حارب الخوارج، والله أعلم.

وقوله -عز وجل-: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا...﴾ إلى آخره

---

(١) في ب: الرسول.
(٢) تقدم.
(٣) سقط من ب.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ...﴾۔ اس آیت میں لفظ "إِنَّمَا" حصر (محدود کرنے) کے لیے ہے۔ اور ابنِ مسعود نے اسے یوں پڑھا ہے: "إِنَّمَا مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ" (تمہارا مولا تو صرف اللہ ہے)۔ اور یہاں "الزکاۃ" کا لفظ عام ہے جو فرض زکوٰۃ، نفلی صدقے اور تمام نیکی کے کاموں کو شامل ہے، کیونکہ یہ نیکیوں کو بڑھانے والی اور انسان کو گناہوں کی گندگی سے پاک کرنے والی ہے۔ پھر اللہ سبحانہ نے ان (مؤمنین) کا وصف کثرت سے رکوع کرنے کے ساتھ بیان فرمایا۔ اور رکوع کو خاص طور پر اس لیے ذکر کیا گیا کیونکہ یہ نماز کے عظیم ترین ارکان میں سے ہے اور عاجزی کی ایک حالت ہے۔ پس یہاں رکوع کہہ کر پوری نماز کو تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے [دوسری جگہ] فرمایا: ﴿وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [الحج:26]، یہی بات درست ہے اور جمہور مفسرین کی تاویل یہی ہے۔ لیکن اس [عمومی مفہوم] کے ساتھ یہ واقعہ بھی مروی و متفق ہے کہ **علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)** نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی [بطورِ صدقہ] عطا کی تھی۔

سُدّی کہتے ہیں: اگرچہ یہ واقعہ **علی** کے ساتھ پیش آیا، مگر یہ آیت اپنے مفہوم میں تمام مؤمنین کے لیے عام ہے۔

تفسير الثعالبي

المسمى

بالجواهر الحسان في تفسير القرآن

للإمام عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف أبي زيد الثعالبي المالكي

(٧٨٦ - ٨٧٥هـ)

حقق أصوله على أربع نسخ خطية وعلق عليه وخرج أحاديثه

الشيخ علي محمد معوض
والشيخ عادل أحمد عبد الموجود

وشارك في تحقيقه

الأستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة

خبير التحقيق بمجمع البحوث الإسلامية
وعضو المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية
وعضو لجنة المصحف بالأزهر الشريف

الجزء الأول

دار إحياء التراث العربي   مؤسسة التاريخ العربي
بيروت - لبنان

عزَّ وجلَّ ويحبُّهم، وَوَاسِع: ذو سَعَةٍ فيما يملكُ ويُعْطِي وينعم به سبحانه.

وقوله تعالى: ﴿إنما وليكم اللَّه ورسوله...﴾ الآية: «إنما» في هذه الآية حاصرةٌ، ١٥١أ وقرأ ابن مسعود[١]: «إِنَّمَا/ مَوْلاَكُمُ اللَّهُ»، والزكاةُ هنا: لفظٌ عامٌّ للزكاةِ المفروضةِ، والتطوُّعِ بالصدَقَةِ، ولكلِّ أفعالِ البِرِّ، إذ هي مُنَمِّيَةٌ للحسنات، مطَهِّرة للمَرْءِ مِنْ دَنَسِ السيِّئات، ثم وصفهم سبحانه بتَكْثير الركُوعِ، وخُصَّ بالذكْر؛ لكونه مِنْ أعظم أركان الصلاة، وهي هيئَةُ تواضعٍ، فعبَّر عن جميعِ الصلاَةِ؛ كما قال سبحانه: ﴿وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [الحج: ٢٦] هذا هو الصحيحُ.، وهو تأويل الجمهورِ، ولكن آتَّفَقَ مع ذلك أنَّ عليَّ بْنَ أبي طالِبٍ (رضي اللَّه عنه) أعْطَىٰ خاتَمَهُ، وهو راكعٌ[٢].

قال السُّدِّيُّ: وإن اتفَقَ ذلك لعليٍّ، فالآية عامَّة في جميعِ المؤمنين[٣].

ثم أخبر تعالَىٰ: أنَّ مَنْ يتولَّى اللَّه ورسولَهُ والمؤمنين، فإنه غالبٌ كُلَّ مَنْ ناوأه، وجاءَتِ العبارةُ عامَّة في أنَّ حِزْبَ اللَّه هم الغالِبُون، ثم نهَىٰ سبحانه المؤمنينَ عنِ آتخاذِ الَّذينَ آتخَذُوا دينَنَا هُزُواً ولعباً، وقد ثبت آستهزاءُ الكُفَّار في قوله سبحانه: ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ المُسْتَهْزِئِينَ﴾ [الحجر: ٩٥] وثبت استهزاء أهْل الكتاب في لفظ هذه الآية، وثبت استهزاءُ المُنَافِقِينَ في قولهم لشياطينهم: ﴿إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾ [البقرة: ١٤].

ثم أمر سبحانه بتَقْواه، ونبَّه النفوسَ بقوله: ﴿إِنْ كُنْتُمْ مؤمنين﴾.

وقوله سبحانه: ﴿وإذا ناديتم إلى الصلاة اتخذوها هُزُواً ولعباً...﴾ الآية: إنحاءٌ على اليَهُودِ، وتبيينٌ لسوء فعلهم.

وقوله: ﴿وأنَّ أكثركم فاسقون﴾: معنى المحاورةِ: هَلْ تَنْقِمُونَ منا إلا مجموعَ هذه الحالِ؛ مِنْ أنا مؤمنون، وأنتم فاسقون؛ كما تقول لمن تخاصمه: هل تَنْقِمُ مني إلاَّ أنْ صَدَقْتُ أنَا، وَكَذَبْتَ أَنْتَ، وقال بعضُ المتأوِّلين: ﴿وأنَّ أكثركُمْ﴾: معطوفٌ علَىٰ ﴿ما﴾؛ كأنَّه قال: إلاَّ أنْ آمنَّا باللَّهِ وبكُتُبِهِ، وبأنَّ أكثركم فاسقُونَ، وهذا مستقيمُ المعنَىٰ، وقال:

---

(١) ينظر: «الشواذ» ص (٣٩)، و «الكشاف» (٦٤٨/١)، و «المحرر الوجيز» (٢٠٨/٢)، و «البحر المحيط» (٣/ ٥٢٥)، و «الدر المصون» (٥٥١/٢).

(٢) أخرجه الطبري في «تفسيره» (٦٢٨/٤) (١٢٢١٥)، وذكره ابن عطية في «تفسيره» (٢٠٨/٢)، والسيوطي في «الدر المنثور» (٢/ ٥٢٠)، وعزاه لابن أبي حاتم، وأبي الشيخ، وابن عساكر عن سلمة بن كهيل.

(٣) أخرجه الطبري في «تفسيره» (٦٢٨/٤) (١٢٢١٥)، وذكره ابن عطية في «تفسيره»(٢٠٨/٢).

اور یہ آیت تمام مؤمنین کے لیے عام ہے، پس ہر مؤمن دوسرے مؤمن کا ولی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار و سرپرست ہیں)۔ اور اسی کے مانند ابو جعفر [امام] باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے، انہوں نے فرمایا: "یہ آیت ایمان لانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی،" تو ان سے عرض کیا گیا: "کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت **علی بن ابی طالب** کے بارے میں نازل ہوئی ہے،" تو انہوں نے فرمایا: "**علی** ان لوگوں میں [شامل] ہیں جو ایمان لائے۔"

الوسيط

في تفسير القرآن المجيد

تأليف
أبي الحسن علي بن أحمد الواحدي النيسابوري
المتوفى سنة ٤٦٨ هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود
الشيخ علي محمد معوض
الدكتور أحمد محمد صيرة
الدكتور أحمد عبد الغني الجمل
الدكتور عبد الرحمن عويس

قدمه وقرظه
الأستاذ الدكتور عبد الحي الفرماوي
كلية أصول الدين - جامعة الأزهر

الجزء الثاني

المحتوى

سورة النساء - سورة يوسف

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

أخبرنا أبو معمر المفضل بن إسماعيل الإسماعيلي، أخبرنا الإمام جدي أبو بكر الإسماعيلي، حدثنا[١] عبد الله بن الصقر السكري، حدثنا الفضل بن السخيت [٢] حدثني صالح بن بيان [٣]، عن المسعودي، عن القسم بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن ابن مسعود قال:

قال رسول الله ﷺ: «من أراد الجنة لا شك فلا يخف في الله لومة لائم»[٤].

وقوله[٥] ﴿ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء﴾ أي: محبتهم لله ولين جانبهم للمؤمنين، وشدتهم على الكافرين، تفضل من الله عليهم، لا توفيق لهم إلا به[٦].

ـ قوله عز وجل[٧] ﴿إنما وليكم الله ورسوله . . .[٨]﴾ الآية، قال ابن عباس في رواية عطية العوفي: نزلت في قصة عبد الله بن أبي وعبادة بن الصامت حين تبرأ من اليهود وقال[٩]: أتولى الله ورسوله والذين آمنوا[١٠].

وقال جابر بن عبد الله[١١]: إن اليهود هجروا من أسلم منهم ولم يجالسوهم، فقال عبد الله بن سلام: يا رسول الله، إن قومنا قد هجرونا، وأقسموا أن لا يجالسونا، فنزلت هذه الآية، فقال: رضينا بالله وبرسوله[١٢] وبالمؤمنين أولياء.

والآية عامة في جميع المؤمنين، فكل مؤمن ولي لكل مؤمن، لقوله تعالى ﴿والمؤمنين[١٣] والمؤمنات بعضهم أولياء بعض﴾[١٤]، ونحو هذا روي عن أبي جعفر الباقر، قال: نزلت في الذين آمنوا، فقيل له: إن أناساً[١٥] يقولون: إنها نزلت في علي بن أبي طالب، فقال: علي من الذين آمنوا[١٦].

---

(١) في (و) أخبرنا.

(٢) الفضل بن سخيت عن صالح بن بيان الساحلي وعبد الرزاق وطائفة قال ابن معين: ما سمع عبد الرزاق لعن الله من يكتب عنه وهو أبو العباس السندي كذاب رواها الختلي عن يحيى (الميزان ٣٥١/٣، وتاريخ بغداد ٣٦٢/١٢).

(٣) صالح بن بيان الثقفي ـ ويقال العبدي ـ ويعرف بالساحلي من أهل الأنبار ولي قضاء سيراف وحدث عن شعبة والثوري وعبد الرحمن المسعودي وعنه الفضل بن سخيت وغيره، قال الدارقطني وأبو نعيم الأصفهاني: متروك الحديث.

وقال أبو بكر الخطيب: أحاديثه كلها واهية الإسناد غير محفوظة المتون إلا من طريق لا تثبت به حجة.

(تاريخ بغداد ٩/٣١٠ ـ ٣١١، والميزان ٢/٢٩٠، والموضوعات ٢/٦٩).

(٤) الحديث: روى أبو نعيم في الحلية بسنده عن ابن مسعود قال: ينتهي الإيمان إلى الورع، ومن أفضل الدين أن لا يزال باله غير خال عن ذكر الله عز وجل، ومن رضي بما أنزل الله من السماء إلى الأرض دخل الجنة إن شاء الله، ومن أراد الجنة لا شك فيها فلا يخف في الله لومة لائم.

قال أبو نعيم: الحديث موقوف على ابن عباس (٢٤٩/٩).

(٥) في (حـ، د) قوله.

(٦) العبارة ذكرها الزجاج ٢٠١/٢.

(٧) في (حـ، د) قوله تعالى، وفي (د، و) قوله.

(٨) في (و) والذين ءامنوا.

(٩) في غير (أ) وقال.

(١٠) انظر تفسير الطبري ١٨٦/٦، والبغوي ٦٦/٢، والدر ٢٩١/٢، ٢٩٣ كلها عن عطية وابن عباس.

(١١) انظر غرائب النيسابوري ١٦٦/٦ ـ ١٦٧، والبغوي ٦٦/٢ ـ ٦٧، والخازن ٦٦/٢، وأسباب النزول للواحدي ١٤٨ كلها عن جابر.

(١٢) في (د) ورسوله.

(١٣) في (د) والمؤمنين.

(١٤) سورة التوبة / ٧١.

(١٥) في (هـ، و) ناساً.

(١٦) انظر تفسير الطبري ١٨٦/٦، والبغوي ٦٧/٢، وسير الأعلام ٤٠٦/٤، وابن كثير ٧١/٢، والدر ٢٩٤/٢ كلها عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر.

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾

اور اسی کے مانند الکلبی نے بھی کہا ہے اور یہ اضافہ کیا: "کہ اس آیت کا آخری حصہ **علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ** کی شان میں نازل ہوا ہے، کیونکہ انہوں نے نماز میں رکوع کی حالت میں ایک سائل کو اپنی انگوٹھی عطا کی تھی"۔

1 — ہمیں ابو بکر التمیمی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے بتایا، انہوں نے کہا ہم سے حسین بن محمد بن ابی ہریرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن

عبد الوہاب [سے روایت ہے]، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن الاسود نے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے محمد بن السائب سے، انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے ابنِ عباس سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: عبد اللہ بن سلام اپنی قوم کے چند ایسے افراد کے ساتھ آئے جو ایمان لا چکے تھے، انہوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! ہمارے مکانات دور ہیں اور ہمارا کوئی الگ مجلس خانہ یا بات چیت کی جگہ نہیں ہے۔ اور ہماری قوم نے جب ہمیں دیکھا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے ان کی تصدیق کی ہے، تو انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور اپنے اوپر یہ قسم کھالی ہے کہ وہ نہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے، نہ ہم سے نکاح (رشتہ داری) کریں گے اور نہ ہم سے کلام کریں گے، پس یہ بات ہم پر بہت شاق (بھاری) گزری ہے"۔ پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا: ﴿إنما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا﴾ پوری آیت تک۔

پھر نبی کریم ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور لوگ نماز میں کوئی کھڑا تھا اور کوئی رکوع کی حالت میں تھا۔ پس آپ ﷺ نے ایک سائل کو دیکھا اور اس سے پوچھا: "کیا تمہیں کسی نے کچھ دیا ہے؟" اس نے کہا: "جی ہاں، سونے کی ایک انگوٹھی"۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تمہیں کس نے دی ہے؟" اس نے کہا: "اس کھڑے ہونے والے نے"، اور اپنے ہاتھ سے حضرت **علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "انہوں نے تمہیں کس حالت میں دی؟" اس نے کہا: "انہوں نے مجھے دی جبکہ وہ رکوع میں تھے"۔ پس نبی کریم ﷺ نے تکبیر (اللہ اکبر) کہی، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فإن حزب اللہ ھم الغالبون﴾ (اور جو کوئی اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین کو اپنا سرپرست بنائے گا، تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے)۔

أسباب النزول

تأليف

أبي الحسن علي بن أحمد الواحدي النيسابوري

٤٦٨ هـ

طبعة جديدة محققة ومنقحة

تخريج وتدقيق

عصام بن عبد المحسن الحميدان

دار الإصلاح

الدمام

أوليـاء بعض﴾ إلى قولـه تعالى: ﴿فتـرى الذين في قلوبهم مـرض﴾ يعني عبدالله بن أُبيّ ﴿يسارعون فيهم﴾ فـي ولايتهم ﴿يقولـون نخشى أن تصيبنا دائرة﴾ الآية.

قوله تعالى: ﴿إنَّما وليُّكُمُ الله وَرسُولُهُ والَّـذِينَ آمَنُوا﴾ قـال جابـر بن ﴿٥٥﴾ عبدالله: جاء عبدالله بن سلام إلى النبيّ ﷺ فقال: يا رسول الله إن قوماً من قريظة والنضير قد هاجرونا وفارقونا وأقسموا أن لا يجالسـونا، ولا نستـطيع مجالسة أصحابك لبعد المنازل، وشكى مـا يلقى من اليهود، فنـزلت هذه الآية، فقرأها عليه رسول الله ﷺ فقال: رضينا بالله وبرسوله وبالمؤمنين أولياء.

ونحو هذا قال الكلبي وزاد: أن آخر الآية نزل في علي بن أبي طالب رضوان الله عليه، لأنه أعطى خاتمه سائلاً وهو راكع في الصلاة.

١ ــ أخبرنا أبو بكر التميمي قال: أخبرنا عبدالله بن محمـد بن جعفر قـال: حدثنـا الحسين بن محمد بن أبي هـريـرة قـال: حـدثنـا عبـدالله بن

١ ــ إسناده مظلم، كما تقدم، وهذه هي سلسلة الكذب كما سمّاهـا السيوطي، ومتنـه غريب جداً. ويشهد لقصة تصدّق علي رضي الله عنه، ونزول الآية بسبب ذلك:
١ ــ مـا أخرجـه ابن مردويـه و(تفسير ابن كثيـر: ٧١/٢) والخـطيب في «المتفق والمفترق» (فتح القدير: ٥٣/٢) من طريق الواحدي السابقة مثله، وهو موضوع.
٢ ــ ما أخرجه الطبراني في «الأوسط» (مجمع الزوائد: ١٧/٧) عن عمّار رضي الله عنه نحوه، وضعفه الهيثمي (المصدر السابق).
٣ ــ مـا أخرجـه عبد بن حميـد وأبو الشيـخ وابن مردويـه (فتح القـديـر: ٥٣/٢) وعبدالرزاق (تفسير ابن كثير: ٧١/٢) من طريق عبدالوهاب بن مجاهد عن أبيه عن ابن عبـاس نحوه. وإسنـاده ضعيف جداً، بسبب عبـدالوهـاب (تقريب التهـذيب: ٥٢٨/١ - رقم: ١٤٠٧).
٤ ــ ما أخرجه ابن جرير (١٨٦/٦) عن مجاهد مرسلاً نحوه، وإسناده ضعيف بسبب غالب بن عبدالله (ميزان الاعتدال: ٣٣١/٣).
وكما رأيت فإن طرق القصة كلها ساقطة، لذا قال الحافظ ابن كثير (وليس يصح منها شيء بالكلية، لضعف أسانيدها وجهالة رجالها) (تفسير ابن كثير: ٧١/٢).

عبدالوهاب قال: حدثنا محمد بن الأسود، عن محمد بن مروان، عن محمد بن السائب، عن أبي صالح، عن ابن عباس قال: أقبل عبدالله بن سلام ومعه نفر من قومه قد آمنوا، فقالوا: يا رسول الله إن منازلنا بعيدة وليس لنا مجلس ولا متحدث، وإن قومنا لما رأونا آمنا بالله ورسوله وصدقناه رفضونا وآلوا على أنفسهم أن لا يجالسونا ولا يناكحونا ولا يكلمونا، فشقّ ذلك علينا، فقال لهم النبي عليه الصلاة والسلام: ﴿إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا﴾ الآية. ثم إن النبي ﷺ خرج إلى المسجد والناس بين قائم وراكع، فنظر سائلاً فقال: «هل أعطاك أحد شيئاً؟» قال: نعم خاتم من ذهب، قال: «من أعطاكه؟» قال: ذلك القائم، وأومأ بيده إلى عليّ بن أبي طالب رضي الله عنه، فقال: «على أي حال أعطاك؟» قال: أعطاني وهو راكع، فكبّر النبيّ ﷺ، ثم قرأ: ﴿ومن يتولّ الله ورسوله والذين آمنوا فإن حزب الله هم الغالبون﴾.

١ ــ قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ
﴿٥٧﴾ **هُزُواً وَلَعِباً﴾** قال ابن عباس: كان رفاعة بن زيد وسويد بن الحارث قد أظهر الإسلام ثم نافقا وكان رجال من المسلمين يوادّونها، فأنزل الله تعالى هذه الآية.

﴿٥٨﴾ **٢ ــ قوله تعالى: ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوها هُزُواً وَلعِباً﴾** قال الكلبي: كان منادي رسول الله ﷺ إذا نادي إلى الصلاة، فقام المسلمون إليها، قالت اليهود: قاموا لا قاموا، صلُّوا لا صَلُّوا، ركعوا لا ركعوا. على طريق الاستهزاء والضحك فأنزل الله تعالى هذه الآية.

---

١ ــ أخرجه ابن جرير (٦/١٨٧) وابن المنذر وابن أبي حاتم وأبو الشيخ (فتح القدير: ٥٦/٢) من طريق ابن إسحاق بسنده عن ابن عباس رضي الله عنهما به. وإسناده حسن.

٢ ــ أخرجه البيهقي في «الدلائل» (٦/٢٧٥) من طريق محمد بن مروان السدي عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس به وهو موضوع.

اللہ تعالیٰ کا فرمان: « اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ » الآیۃ (سورہ المائدہ)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد کوئی خاص شخص ہے۔ اس پر بھی کئی اقوال ہیں:

پہلا: عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

دوسرا: عطاء نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت **علی بن ابی طالب علیہ السلام** کے حق میں نازل ہوئی۔ عبد اللہ بن سلام سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے **علی** کو دیکھا کہ انہوں نے ایک محتاج کو اپنی انگوٹھی صدقہ کی جبکہ وہ رکوع کی حالت میں تھے، پس ہم انہیں اپنا ولی مانتے ہیں۔

اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، تو مسجد میں ایک سائل نے سوال کیا لیکن اسے کسی نے کچھ نہ دیا۔ سائل نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: اے اللہ! گواہ رہنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں سوال کیا لیکن مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ **علی علیہ السلام** اس وقت رکوع کی حالت میں تھے، پس انہوں نے اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا جس میں انگوٹھی تھی۔ سائل آگے بڑھا اور اس نے انگوٹھی لے لی اور یہ سب نبی ﷺ کے سامنے ہوا۔

پس نبی ﷺ نے فرمایا: « اے اللہ! میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا اور کہا تھا: (رَبِّ اشۡرَحۡ لِي صَدۡرِي) میرے سینے کو کھول دے... (وَأَشۡرِكۡهُ فِي أَمۡرِي) اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔

پس تو نے قرآنِ ناطق نازل فرمایا: (سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِأَخِیکَ وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطَانًا) ہم تمہارے بھائی کے ذریعے تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے۔ اے اللہ! اور میں محمد تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ بندہ ہوں، پس میرا سینہ کھول دے، میرے کام کو آسان کر دے اور میرے اہل میں سے علی کو میرا وزیر بنادے، ان کے ذریعے میری پیٹھ مضبوط کر۔ »

ابو ذر فرماتے ہیں: خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات مکمل ہی نہیں کی تھی کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! پڑھئے: (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ...) آیت کے آخر تک۔ پس روایات کا یہ مجموعہ اس مسئلے سے متعلق ہے۔

تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين
٥٤٤ ــ ٦٠٤ هـ

* * * * *

الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ ـ ١٩٨١ م

الجزء الثاني عشر

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

صلاتهم (ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالى) وقال (يراؤن الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا) وقال في صفة زكاتهم (أشحة على الخير) وأما قوله (وهم راكعون) ففيه على هذا القول وجوه : الأول : قال أبو مسلم : المراد من الركوع الخضوع ، يعني أنهم يصلون ويزكون وهم منقادون خاضعون لجميع أوامر الله ونواهيه والثاني : أن يكون المراد : من شأنهم إقامة الصلاة ، وخص الركوع بالذكر تشريفاً له كما في قوله (واركعوا مع الراكعين) والثالث : قال بعضهم : إن أصحابه كانوا عند نزول هذه الآية مختلفون في هذه الصفات ، منهم من قد أتم الصلاة ، ومنهم من دفع المال إلى الفقير ، ومنهم من كان بعد في الصلاة وكان راكعا ، فلما كانوا مختلفين في هذه الصفات لا جرم ذكر الله تعالى كل هذه الصفات .

﴿ القول الثاني ﴾ أن المراد من هذه الآية شخص معين ، وعلى هذا ففيه أقوال : الأول : روى عكرمة أن هذه الآية نزلت في أبي بكر رضي الله عنه . والثاني : روى عطاء عن ابن عباس أنها نزلت في علي بن أبي طالب عليه السلام . روي أن عبدالله بن سلام قال : **لما نزلت هذه الآية قلت يا رسول الله انا رأيت عليا تصدق بخاتمه على محتاج وهو راكع ، فنحن نتولاه** . وروي عن أبي ذر رضي الله عنه أنه قال : صليت مع رسول الله ﷺ يوما صلاة الظهر ، فسأل سائل في المسجد فلم يعطه أحد ، فرفع السائل يده الى السماء وقال : اللهم اشهد اني سألت في مسجد الرسول ﷺ فما أعطاني أحد شيئاً ، وعلى عليه السلام كان راكعاً ، فأومأ اليه بخنصره اليمنى وكان فيها خاتم ، فأقبل السائل حتى أخذ الخاتم بمرأى النبي ﷺ ، فقال « اللهم إن أخي موسى سألك فقال (رب اشرح لي صدري) إلى قوله (وأشركه في أمري) فأنزلت قرآنا ناطقا (سنشد عضدك بأخيك ونجعل لكما سلطانا) اللهم وأنا محمد نبيك وصفيك فاشرح لي صدري ويسر لي أمري واجعل لي وزيرا من أهلي عليا اشدد به ظهري . قال أبو ذر : فوالله ما أتم رسول الله هذه الكلمة حتى نزل جبريل فقال : يا محمد اقرأ (انما وليكم الله ورسوله) الى آخرها ، فهذا مجموع ما يتعلق بالروايات في هذه المسألة .

﴿ المسألة الثانية ﴾ قالت الشيعة : هذه الآية دالة على أن الامام بعد رسول الله ﷺ هو علي بن أبي طالب ، وتقريره أن نقول : هذه الآية دالة على أن المراد بهذه الآية امام ، ومتى كان الأمر كذلك وجب أن يكون ذلك الامام هو علي بن أبي طالب .

﴿ بيان المقام الأول ﴾ أن الولي في اللغة قد جاء بمعنى الناصر والمحب ، كما في قوله (والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض) وجاء بمعنى المتصرف. قال عليه الصلاة والسلام « أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها » فنقول : ههنا وجهان : الأول : أن لفظ الولي جاء بهذين

المعنيين ولم يعين الله مراده ، ولا منافاة بين المعنيين ، فوجب حمله عليهما ، فوجب دلالة الآية على أن المؤمنين المذكورين في الآية متصرفون في الأمة . الثاني : أن نقول : الولي في هذه الآية لا يجوز أن يكون بمعنى الناصر ، فوجب أن يكون بمعنى المتصرف ، وإنما قلنا : إنه لا يجوز أن يكون بمعنى الناصر ، لأن الولاية المذكورة في هذه الآية غير عامة في كل المؤمنين ، بدليل أنه تعالى ذكر بكلمة « إنما » وكلمة « إنما » للحصر ، كقوله (إنما الله إله واحد) والولاية بمعنى النصرة عامة لقوله تعالى (والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض) وهذا يوجب القطع بأن الولاية المذكورة في هذه الآية ليست بمعنى النصرة ، واذا لم تكن بمعنى النصرة كانت بمعنى التصرف ، لأنه ليس للولي معنى سوى هذين ، فصار تقدير الآية : إنما المتصرف فيكم أيها المؤمنون هو الله ورسوله والمؤمنون الموصوفون بالصفة الفلانية ، وهذا يقتضي أن المؤمنين الموصوفين بالصفات المذكورة في هذه الآية متصرفون في جميع الأمة ، ولا معنى للامام إلا الانسان الذي يكون متصرفا في كل الأمة ، فثبت بما ذكرنا دلالة هذه الآية على أن الشخص المذكور فيها يجب أن يكون إمام الأمة .

﴿ أما بيان المقام الثاني ﴾ وهو أنه لما ثبت ما ذكرنا وجب أن يكون ذلك الانسان هو علي بن أبي طالب ، وبيانه من وجوه : الأول : أن كل من أثبت بهذه الآية إمامة شخص قال : إن ذلك الشخص هو علي ، وقد ثبت بما قدمنا دلالة هذه الآية على إمامة شخص ، فوجب أن يكون ذلك الشخص هو علي ، ضرورة أنه لا قائل بالفرق . الثاني : تظاهرت الروايات على أن هذه الآية نزلت في حق علي ، ولا يمكن المصير إلى قول من يقول : إنها نزلت في أبي بكر رضي الله عنه : لأنها لو نزلت في حقه لدلت على إمامته ، وأجمعت الأمة على أن هذه الآية لا تدل على إمامته ، فبطل هذا القول . والثالث : أن قوله (وهم راكعون) لا يجوز جعله عطفاً على ما تقدم ، لأن الصلاة قد تقدمت ، والصلاة مشتملة على الركوع ، فكانت إعادة ذكر الركوع تكراراً ، فوجب جعله حالاً أي يؤتون الزكاة حال كونهم راكعين ، وأجمعوا على أن إيتاء الزكاة حال الركوع لم يكن إلا في حق علي ، فكانت الآية مخصوصة به ودالة على إمامته من الوجه الذي قررناه ، وهذا حاصل استدلال القوم بهذه الآية على إمامة علي عليه السلام .

والجواب : أما حمل لفظ الولي على الناصر وعلى المتصرف معاً فغير جائز ، لما ثبت في أصول الفقه أنه لا يجوز حمل اللفظ المشترك على مفهوميه معاً .

﴿ أما الوجه الثاني ﴾ فنقول : لم لا يجوز أن يكون المراد من لفظ الولي في هذه الآية الناصر والمحب ، ونحن نقيم الدلالة على أن حمل لفظ الولي على هذا المعنى أولى من حمله على معنى

المتصرف ، ثم نجيب عما قالوه فنقول : الذي يدل على أن حمله على الناصر أولى وجوه : الأول : أن اللائق بما قبل هذه الآية وبعدها ليس إلا هذا المعنى ، أما ما قبل هذه الآية فلأنه تعالى قال (يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء) وليس المراد لا تتخذوا اليهود والنصارى أئمة متصرفين في أرواحكم وأموالكم لأن بطلان هذا كالمعلوم بالضرورة ، بل المراد لا تتخذوا اليهود والنصارى أحباباً وأنصاراً ، ولا تخالطوهم ولا تعاضدوهم، ثم لما بالغ في النهي عن ذلك قال (إنَّما وليكم الله ورسوله والمؤمنون) الموصوفون ، والظاهر أن الولاية المأمور بها ههنا هي المنهي عنها فيما قبل ، ولما كانت الولاية المنهي عنها فيما قبل هي الولاية بمعنى النصرة كانت الولاية المأمور بها هي الولاية بمعنى النصرة ، وأما ما بعد هذه الآية فهي قوله (يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزواً ولعباً من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم والكفار أولياء واتقوا الله إن كنتم مؤمنين) فأعاد النهي عن اتخاذ اليهود والنصارى والكفار أولياء ، ولا شك أن الولاية المنهي عنها هي الولاية بمعنى النصرة ، فكذلك الولاية في قوله (إنما وليكم الله) يجب أن تكون هي بمعنى النصرة ، وكل من أنصف وترك التعصب وتأمل في مقدمة الآية وفي مؤخرها قطع بأن الولي في قوله (إنما وليكم الله) ليس إلا بمعنى الناصر والمحب ، ولا يمكن أن يكون بمعنى الإمام ، لأن ذلك يكون إلقاء كلام أجنبي فيما بين كلامين مسوقين لغرض واحد ، وذلك يكون في غاية الركاكة والسقوط ، ويجب تنزيه كلام الله تعالى عنه .

﴿ الحجة الثانية ﴾ أنا لو حملنا الولاية على التصرف والإمامة لما كان المؤمنون المذكورون في الآية موصوفين بالولاية حال نزول الآية ، لأن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه ما كان نافذ التصرف حال حياة الرسول ، والآية تقتضي كون هؤلاء المؤمنين موصوفين بالولاية في الحال ، أما لو حملنا الولاية على المحبة والنصرة كانت الولاية حاصلة في الحال ، فثبت أن حمل الولاية على المحبة أولى من حملها على التصرف، والذي يؤكد ما قلناه أنه تعالى منع المؤمنين من اتخاذ اليهود والنصارى أولياء ، ثم أمرهم بموالاة هؤلاء المؤمنين ، فلا بد وأن تكون موالاة هؤلاء المؤمنين حاصلة في الحال حتى يكون النفي والاثبات متواردين على شيء واحد ، ولما كانت الولاية بمعنى التصرف غير حاصلة في الحال امتنع حمل الآية عليها .

﴿ الحجة الثالثة ﴾ أنه تعالى ذكر المؤمنين الموصوفين في هذه الآية بصيغة الجمع في سبعة مواضع وهي قوله (والذين آمنوا الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون) وحمل ألفاظ الجمع وإن جاز على الواحد على سبيل التعظيم لكنه مجاز لا حقيقة . والأصل حمل الكلام على الحقيقة .

﴿ الحجة الرابعة ﴾ أنا قد بينا بالبرهان البين أن الآية المتقدمة وهي قوله (يا أيها الذين آمنوا من يرتد منكم عن دينه) إلى آخر الآية من أقوى الدلائل على صحة إمامة أبي بكر ، فلو دلت هذه الآية على صحة إمامة علي بعد الرسول لزم التناقض بين الآيتين ، وذلك باطل ، فوجب القطع بأن هذه الآية لا دلالة فيها على أن علياً هو الإمام بعد الرسول .

﴿ الحجة الخامسة ﴾ أن علي بن أبي طالب كان أعرف بتفسير القرآن من هؤلاء الروافض ، فلو كانت هذه الآية دالة على إمامته لأحتج بها في محفل من المحافل ، وليس للقوم أن يقولوا : إنه تركه للتقية فإنهم ينقلون عنه أنه تمسك يوم الشورى بخبر الغدير ، وخبر المباهلة ، وجميع فضائله ومناقبه ، ولم يتمسك البتة بهذه الآية في إثبات إمامته ، وذلك يوجب القطع بسقوط قول هؤلاء الروافض لعنهم الله .

﴿ الحجة السادسة ﴾ هي أنها دالة على إمامة علي ، لكنا توافقنا على أنها عند نزولها ما دلت على حصول الإمامة في الحال ، لأن علياً ما كان نافذ التصرف في الأمة حال حياة الرسول عليه الصلاة والسلام ، فلم يبق إلا أن تحمل الآية على أنها تدل على أن علياً سيصير إماماً بعد ذلك ، ومتى قالوا ذلك فنحن نقول بموجبه ونحمله على إمامته بعد أبي بكر وعمر وعثمان ، إذ ليس في الآية ما يدل على تعيين الوقت ، فإن قالوا : الأمة في هذه الآية على قولين : منهم من قال : إنها لا تدل على إمامة علي ، ومنهم من قال : إنها تدل على إمامته ، وكل من قال بذلك قال : إنها تدل على إمامته بعد الرسول من غير فصل ، فالقول بدلالة الآية على إمامة علي لا على هذا الوجه ، قول ثالث ، وهو باطل لأنا نجيب عنه فنقول : ومن الذي أخبركم أنه ما كان أحد في الأمة قال هذا القول ، فإن من المحتمل ، بل من الظاهر أنه منذ استدل مستدل بهذه الآية على إمامة علي ، فإن السائل يورد على ذلك الاستدلال هذا السؤال ، فكان ذكر هذا الاحتمال وهذا السؤال مقروناً بذكر هذا الاستدلال .

﴿ الحجة السابعة ﴾ أن قوله (إنما وليكم الله ورسوله) لا شك أنه خطاب مع الأمة، وهم كانوا قاطعين بأن المتصرف فيهم هو الله ورسوله ، وإنما ذكر الله تعالى هذا الكلام تطييباً لقلوب المؤمنين وتعريفاً لهم بأنه لا حاجة بهم إلى اتخاذ الأحباب والأنصار من الكفار ، وذلك لأن من كان الله ورسوله ناصراً له ومعيناً له فأي حاجة به إلى طلب النصرة والمحبة من اليهود والنصارى وإذا كان كذلك كان المراد بقوله (إنما وليكم الله ورسوله) هو الولاية بمعنى النصرة والمحبة ، ولا شك أن لفظ الولي مذكور مرة واحدة ، فلما أريد به ههنا معنى النصرة امتنع أن يراد به معنى التصرف لما ثبت أنه لا يجوز استعمال اللفظ المشترك في مفهوميه معاً .

﴿ الحجة الثامنة ﴾ أنه تعالى مدح المؤمنين في الآية المتقدمة بقوله (يحبهم ويحبونه أذلة على المؤمنين أعزة على الكافرين) فإذا حملنا قوله (إنما وليكم الله ورسوله) على معنى المحبة والنصرة كان قوله (إنما وليكم الله ورسوله) يفيد فائدة قوله (يحبهم ويحبونه أذلة على المؤمنين أعزة على الكافرين) وقوله (يجاهدون في سبيل الله) يفيد فائدة قوله (يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون) فكانت هذه الآية مطابقة لما قبلها مؤكدة لمعناها فكان ذلك أولى، فثبت بهذه الوجوه أن الولاية المذكورة في هذه الآية يجب أن تكون بمعنى النصرة لا بمعنى التصرف .

أما الوجه الذي عولوا عليه وهو أن الولاية المذكورة في الآية غير عامة ، والولاية بمعنى النصرة عامة ، فجوابه من وجهين :

الأول : لا نسلم أن الولاية المذكورة في الآية غير عامة ، ولا نسلم إن كلمة « إنما » للحصر ، والدليل عليه قوله (إنما مثل الحياة الدنيا كماء أنزلناه من السماء) ولا شك أن الحياة الدنيا لها أمثال أخرى سوى هذا المثل ، وقال (إنما الحياة الدنيا لعب ولهو) ولا شك أن اللعب واللهو قد يحصل في غيرها . الثاني : لا نسلم أن الولاية بمعنى النصرة عامة في كل المؤمنين ، وبيانه أنه تعالى قسم المؤمنين قسمين : أحدهما : الذين جعلهم مولياً عليهم وهم المخاطبون بقوله (إنما وليكم الله) والثاني : الأولياء ، وهم المؤمنون الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون ، فإذا فسرنا الولاية ههنا بمعنى النصرة كان المعنى أنه تعالى جعل أحد القسمين أنصاراً للقسم الثاني . ونصرة القسم الثاني غير حاصلة لجميع المؤمنين، ولو كان كذلك لزم في القسم الذي هم المنصورون أن يكونوا ناصرين لأنفسهم ، وذلك محال ، فثبت أن نصرة أحد قسمي الأمة غير ثابتة لكل الأمة ، بل مخصوصة بالقسم الثاني من الأمة ، فلم يلزم من كون الولاية المذكورة في هذه الآية خاصة أن لا تكون بمعنى النصرة ، وهذا جواب حسن دقيق لا بد من التأمل فيه .

وأما استدلالهم بأن هذه الآية نزلت في حق علي فهو ممنوع ، فقد بينا أن أكثر المفسرين زعموا أنه في حق الأمة ، والمراد أن الله تعالى أمر المسلم أن لا يتخذ الحبيب والناصر إلا من المسلمين ، ومنهم من يقول : إنها نزلت في حق أبي بكر .

وأما استدلالهم بأن الآية مختصة بمن أدى الزكاة في الركوع حال كونه في الركوع، وذلك هو علي بن أبي طالب فنقول : هذا أيضاً ضعيف من وجوه : الأول : إن الزكاة اسم للواجب لا

للمندوب بدليل قوله تعالى (وآتوا الزكاة) فلو أنه أدى الزكاة الواجبة في حال كونه في الركوع لكان قد أخر أداء الزكاة الواجب عن أول أوقات الوجوب ، وذلك عند أكثر العلماء معصية ، وإنه لا يجوز إسناده إلى علي عليه السلام ، وحمل الزكاة على الصدقة النافلة خلاف الأصل لما بينا أن قوله (وآتوا الزكاة) ظاهره يدل على أن كل ما كان زكاة فهو واجب : الثاني : وهو أن اللائق بعلي عليه السلام أن يكون مستغرق القلب بذكر الله حال ما يكون في الصلاة ، والظاهر أن من كان كذلك فإنه لا يتفرغ لاستماع كلام الغير ولفهمه ، ولهذا قال تعالى (الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والأرض) ومن كان قلبه مستغرقاً في الفكر كيف يتفرغ لاستماع كلام الغير . الثالث : أن دفع الخاتم في الصلاة للفقير عمل كثير ، واللائق بحال علي عليه السلام أن لا يفعل ذلك . الرابع : أن المشهور أنه عليه السلام كان فقيراً ولم يكن له مال تجب الزكاة فيه ، ولذلك فانهم يقولون : انه لما أعطى ثلاثة أقراص نزل فيه « سورة هل أتى » وذلك لا يمكن إلا إذا كان فقيراً ، فأما من كان له مال تجب فيه الزكاة يمتنع أن يستحق المدح العظيم المذكور في تلك السورة على إعطاء ثلاثة أقراص ، وإذا لم يكن له مال تجب فيه الزكاة امتنع حمل قوله (ويؤتون الزكاة وهم راكعون) عليه .

الوجه الخامس : هب أن المراد هو علي بن طالب لكنه لا يتم الاستدلال بالآية إلا إذا تم المراد بالولي هو المتصرف لا الناصر والمحب ، وقد سبق الكلام فيه .

﴿ المسألة الثالثة ﴾ إعلم أن الذين يقولون : المراد من قوله (ويؤتون الزكاة وهم راكعون) هو أنهم يؤتون الزكاة حال كونهم راكعين احتجوا بالآية على أن العمل القليل لا يقطع الصلاة ، فإنه دفع الزكاة إلى السائل وهو في الصلاة ، ولا شك أنه نوى إيتاء الزكاة وهو في الصلاة ، فدل ذلك على أن هذه الأعمال لا تقطع الصلاة ، وبقي في الآية سؤالان .

﴿ السؤال الأول ﴾ المذكور في الآية هو الله تعالى ورسوله والمؤمنون ، فلم لم يقل : إنما أولياؤكم ؟

والجواب : أصل الكلام إنما وليكم الله ، فجعلت الولاية لله على طريق الأصالة ، ثم نظم في سلك إثباتها له إثباتها لرسول الله والمؤمنين على سبيل التبع ، ولو قيل : إنما أولياؤكم الله ورسوله والذين آمنوا لم يكن في الكلام أصل وتبع ، وفي قراءة عبدالله : إنما مولاكم الله .

﴿ السؤال الثاني ﴾ « الذين يقيمون » ما محله ؟

الجواب : الرفع على البدل من « الذين آمنوا » أو يقال : التقدير : هم الذين يقيمون ، أو النصب على المدح ، والغرض من ذكره تمييز المؤمن المخلص عمن يدعي الايمان

(اِنَّمَاوَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ آمَنُوۡاالَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلَاۃَوَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکَاۃَوَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ)

پچھلی آیت میں جن لوگوں کی مدح کی گئی، یہ آیت ان کی ولایت اور دوستی کے وجوب کے بعد آئی ہے۔

اگر تم کہو: لفظ "الذین آمنوا" تو جمع کا صیغہ ہے، تو یہ ایک جماعت کے لیے کیوں آیا؟ تو میں کہوں گا: اصلِ کلام "اِنَّمَاوَلِیُّکُمُ اللّٰہُ" ہے، پس ولایت کو اصالت کے طور پر اللہ کے لیے ثابت کیا گیا، پھر اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور مومنین کے لیے ولایت کو بطورِ تبعیت جوڑا گیا، اور عبد اللہ [بن مسعود] کی قرائت میں ہے: "اِنما مولاکم اللہ"۔

اگر تم کہو: (الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ) کا اعرابی محل کیا ہے؟ تو میں کہوں گا: یہ "الذین آمنوا" سے بدل ہونے کی وجہ سے حالتِ رفع میں ہے، یا یہ مدح کی وجہ سے حالتِ نصب میں ہے تاکہ مخلص مومن کو ممتاز کیا جا سکے۔ اور "واو" (وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ) حال کے لیے ہے، یعنی. وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع (عاجزی اور تواضع) کرنے والے ہوں، یا مراد یہ ہے کہ وہ فرض زکوٰۃ یا [مستحب] صدقہ اس حال میں ادا کرتے ہیں کہ وہ اپنی نماز کے رکوع میں ہوتے ہیں۔ اور یہ آیت **علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [علیہ السلام]** کے حق میں نازل ہوئی جب ایک سائل نے ان سے ان کی نماز کے رکوع کی حالت میں سوال کیا، تو انہوں نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی (یا اشارہ کیا) گویا وہ ان کے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں ڈھیلی تھی، پس انہوں نے اپنی نماز کو اس عمل سے متاثر نہیں ہونے دیا۔

اگر تم کہو: یہ کیسے جائز ہے کہ یہ لفظ (الذین آمنوا) جمع کے صیغے میں ہو جبکہ یہ ایک اکیلے شخص **(علی علیہ السلام) کے** لیے نازل ہوا ہے؟ تو میں کہوں گا: اس میں نکتہ یہ ہے کہ لوگوں کو ان جیسے عمل کی ترغیب دی

جائے تا کہ وہ بھی ان جیسا ثواب پائیں، اور اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ مومنوں کی خصلت یہ ہونی چاہیے کہ وہ بھلائی اور احسان کرنے پر اتنے حریص اور متوجہ ہوں کہ اگر نماز کی حالت میں بھی کوئی فقیر آ جائے، تو وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو نماز کے فارغ ہونے تک بھی مؤخر نہ کریں۔

وفزارة وواحد في عهد عمر رضي الله عنه غسان قوم جبلة بن الايهم نصرته اللطمة وسيرته الى بلاد الروم بعد اسلامه فسوف
يأتي الله بقوم قيل لما نزلت اشار رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ابي موسى الاشعري فقال قوم هذا وقيل هم الفان من النخع
وخمسة الاف من كندة وبجيلة وثلاثة الاف من افناء الناس جاهدوا يوم القادسية وقيل هم الانصار وقيل سئل رسول
الله صلى الله عليه وسلم عنهم فضرب على عاتق سلمان وقال هذا وذووه ثم قال لو كان الايمان معلقا بالثريا لناله رجال
من ابناء فارس يحبهم ويحبونه محبة العباد لربهم طاعته وابتغاء مرضاته وان لا يفعلوا ما يوجب سخطه وعقابه
ومحبة الله لعباده ان يثيبهم احسن الثواب على طاعتهم ويعظمهم ويثني عليهم ويرضى عنهم واما ما يعتقده اجهل الناس
واعداهم للعلم واهله وامقتهم للشرع واسوأهم طريقة وان كانت طريقتهم عند امثالهم من الجهلة والسفهاء شيئا
وهم الفرقة المفتعلة المتفعلة من الصوف وما يدينون به من المحبة والعشق والتغني على كراسيهم خربها الله وفي مراقصهم
عطلها الله بابيات الغزل المقولة في المردان الذين يسمونهم شهداء وصعقاتهم التي اين عنها صعقة موسى عند دك الطور
فتعالى الله عنه علوا كبيرا ومن كلماتهم كما انه بذاته يحبهم كذلك يحبون ذاته فان الهاء راجعة الى الذات دون
النعوت والصفات ومنها الحب ان يلحقه سكرات المحبة فاذا لم يكن فيه ذلك لم تكن فيه حقيقة فان قلت اين الراجع
من الجزاء الى الاسم المتضمن لمعنى الشرط قلت هو محذوف معناه فسوف يأتي الله بقوم مكانهم او بقوم غيرهم او ما اشبه
ذلك اذلة جمع ذليل واما ذلول فجمعه ذلل ومن زعم انه من الذل الذي هو نقيض الصعوبة فقد غبي عنه ان ذلولا
لا يجمع على اذلة فان قلت هلا قيل اذلة للمؤمنين اعزة على الكافرين قلت فيه وجهان احدهما ان يضمن الذل
معنى الحنو والعطف كانه قيل عاطفين عليهم على وجه التذلل والتواضع والثاني انهم مع شرفهم وعلو طبقتهم وفضلهم
على المؤمنين خافضين لهم اجنحتهم ونحوه قوله عز وعلا اشداء على الكفار رحماء بينهم وقرئ اذلة واعزة بالنصب
على الحال يجاهدون في سبيل الله ولا يخافون لومة لائم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله واسع عليم
ولا يخافون لومة لائم يحتمل ان تكون الواو للحال على انهم يجاهدون وحالهم في المجاهدة خلاف حال المنافقين فانهم كانوا
موالين لليهود لعنت فاذا خرجوا في جيش المؤمنين خافوا اولياءهم اليهود فلا يعملون شيئا مما يعلمون انه يلحقهم فيه لوم من
جهتهم واما المؤمنون فكانوا يجاهدون لوجه الله لا يخافون لومة لائم قط وان تكون للعطف على ان من صفتهم المجاهدة
في سبيل الله وانهم صلاب في دينهم اذا شرعوا في امر من امور الدين انكار منكر او امر بمعروف مضوا فيه كالمسامير المحماة لا يرعبهم
قول قائل ولا اعتراض معترض ولا لومة لائم يشق عليه جدهم في انكارهم وصلابتهم في امرهم واللومة المرة من اللوم
وفيها وفي التنكير مبالغتان كانه قيل لا يخافون شيئا قط من لوم احد من اللوام وذلك اشارة الى ما وصف به القوم من المحبة
والذلة والعزة والمجاهدة وانتفاء خوف اللومة يؤتيه يوفق له من يشاء ممن يعلم ان له لطفا واسع كثير الفواضل والالطاف
عليم بمن هو من اهلها انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون
عقب النهي عن موالاة من تجب معاداتهم ذكر من تجب موالاتهم بقوله انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا ومعنى
انما وجوب اختصاصهم بالموالاة فان قلت قد ذكرت جماعة فهلا قيل انما اولياؤكم قلت اصل الكلام انما وليكم
الله فجعلت الولاية على طريق الاصالة ثم نظم في سلك اثباتها له اثباتها لرسول الله صلى الله عليه وسلم والمؤمنين على سبيل التبع
ولو قيل انما اولياؤكم الله ورسوله والذين امنوا لم يكن في الكلام اصل وتبع وفي قراءة عبد الله انما مولاكم الله فان قلت
الذين يقيمون ما محله قلت الرفع على البدل من الذين امنوا او على هم الذين يقيمون الصلاة او النصب على المدح وفيه تمييز
للخلص من الذين امنوا نفاقا او واطأت قلوبهم السنتهم الا انهم مفرطون في العمل ويؤتون الزكوة وهم راكعون الواو للحال اي يعملون ذلك

في حالة الركوع وهو الخشوع والإخبات والتواضع لله تعالى إذا صلوا وإذا زكوا وقيل هو حال من يؤتون الزكاة يعني يؤتونها
في حال ركوعهم في الصلاة وإنها نزلت في علي بن أبي طالب رضي الله عنه حين سأله سائل وهو راكع في صلاته فطرح
له خاتمه كأنه كان مرجاً في خنصره فلم يتكلف لخلعه كثير عمل تفسد بمثله صلاته فإن قلت كيف صح أن يكون لعلي رضي
الله عنه واللفظ لفظ جماعة قلت جيء به على لفظ الجمع وإن كان السبب فيه رجلاً واحداً ليرغب الناس في مثل فعله فينالوا
مثل ثوابه ولينبه على أن سجية المؤمنين يجب أن تكون على هذه الغاية من الحرص على البر والإحسان وتفقد الفقراء حتى إن
لزهم أمر لا يقبل التأخير وهم في الصلاة لم يؤخروه إلى الفراغ منها ومن يتول الله ورسوله والذين آمنوا فإن حزب الله
هم الغالبون فإن حزب الله من إقامة الظاهر مقام المضمر ومعناه فإنهم هم الغالبون ولكنهم بذلك جعلوا أعلاماً لكونهم
حزب الله وأصل الحزب القوم يجتمعون لأمر حزبهم ويحتمل أن يريد بحزب الله الرسول والمؤمنين ويكون المعنى ومن
يتولهم فقد تولى حزب الله واعتضد بمن لا يغالب يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزواً ولعباً
من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم والكفار أولياء واتقوا الله إن كنتم مؤمنين روي أن رفاعة بن زيد وسويد
ابن الحارث قد أظهرا الإسلام ثم نافقا وكان رجال من المسلمين يوادونهما فنزلت يعني أن اتخاذهم دينكم هزواً ولعباً
لا يصح أن يقابل باتخاذكم إياهم أولياء بل يقابل ذلك بالبغضاء والشنآن والمنابذة وفصل المستهزئين بأهل الكتاب
والكفار وإن كان أهل الكتاب من الكفار إطلاقاً للكفار على المشركين خاصة والدليل عليه قراءة عبد الله ومن الذين
أشركوا وقرئ والكفار بالنصب والجر وتعضد قراءة الجر قراءة أبي ومن الكفار واتقوا الله في موالاة الكفار وغيرها
إن كنتم مؤمنين حقاً لأن الإيمان حقاً يأبى موالاة أعداء الدين وإذا ناديتم إلى الصلاة اتخذوها هزواً ولعباً ذلك
بأنهم قوم لا يعقلون اتخذوها للصلاة أو للمناداة قيل كان رجل من النصارى بالمدينة إذا سمع المؤذن يقول
أشهد أن محمداً رسول الله قال حرق الكاذب فدخلت خادمة بنار ذات ليلة وهو نائم فتطايرت منها شرارة في البيت
فاحترق البيت واحترق هو وأهله وقيل فيه دليل على ثبوت الأذان بنص الكتاب لا بالمنام وحده لا يعقلون لأن
لعبهم وهزوهم من أفعال السفهاء والجهلة فكأنه لا عقل لهم قل يا أهل الكتاب هل تنقمون منا إلا أن آمنا
بالله وما أنزل إلينا وما أنزل من قبل وأن أكثركم فاسقون قرأ الحسن هل تنقمون بفتح القاف والفصيح كسرها
والمعنى هل تعيبون منا وتنكرون إلا الإيمان بالكتب المنزلة كلها وأن أكثركم فاسقون فإن قلت علام عطف
قوله وأن أكثركم فاسقون قلت فيه وجهان أن يعطف على أن آمنا بمعنى وما تنقمون منا إلا الجمع بين إيماننا وبين
تمردكم وخروجكم عن الإيمان كأنه قيل وما تنكرون منا إلا مخالفتكم حيث دخلنا في دين الإسلام وأنتم خارجون
منه ويجوز أن يكون على تقدير حذف المضاف أي واعتقاد أنكم فاسقون ومنها أن يعطف على المجرور أي وما تنقمون
منا إلا الإيمان بالله وبما أنزل وبأن أكثركم فاسقون ويجوز أن يكون الواو بمعنى مع أي أن أكثركم فاسقون ويجوز أن
يكون تعليلاً معطوفاً على تعليل محذوف كأنه قيل ما تنقمون منا إلا الإيمان لقلة إنصافكم وفسقكم واتباعكم الشهوات
ويدل عليه تفسير الحسن بفسقكم نقمتم ذلك علينا وروي أنه أتى رسول الله عليه الصلاة والسلام نفر من اليهود فسألوه
عمن يؤمن به من الرسل فقال أومن بالله وما أنزل إلينا إلى قوله ونحن له مسلمون فقالوا حين سمعوا ذكر عيسى عليه الصلاة
والسلام ما نعلم أهل دين أقل حظاً في الدنيا والآخرة منكم ولا ديناً شراً من دينكم فنزلت وعن نعيم بن ميسرة وإن
أكثركم بالكسر ويحتمل أن ينتصب وأن أكثركم بفعل محذوف يدل عليه هل تنقمون منا أي ولا تنقمون أن أكثركم
فاسقون أو يرتفع على الابتداء والخبر محذوف أي وفسقكم ثابت معلوم عندكم لأنكم علمتم أنا على الحق وأنكم على الباطل

اِنَّمَا وَلِيُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ رٰکِعُوۡنَ ۵۵

"تمہارا مدد گار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہ الٰہی میں جھکنے والے ہیں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عطیہ بن سعد رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی (2)۔

امام خطیب نے متفق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ **حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ** نے اپنی انگوٹھی صدقہ کی جبکہ آپ رکوع کی حالت میں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے سائل سے پوچھا تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی ہے؟ اس نے عرض کی اس رکوع کرنے والے نے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت **حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** کے حق میں نازل ہوئی (3)۔

امام طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ **حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ** کے پاس سائل آکر کھڑا ہو گیا جبکہ آپ نفلی نماز پڑھ رہے تھے۔ **حضرت علی رضی اللہ عنہ** نے انگوٹھی اتاری اور سائل کو دے دی وہ سائل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب واقعہ بیان کیا۔ تو نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت

اپنے صحابہ پر پڑھی پھر کہا جس کا میں دوست ہوں **علی** اس کا دوست ہے، اے اللہ اس کا دوست بن جو حضرت **علی** کا دوست بنے اور جو **علی** سے دشمنی رکھے اسے اپنا دشمن رکھ (4)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر آپ کے گھر میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، مسجد میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے، کوئی رکوع کر رہا تھا کوئی سجدہ، کیا دیکھا کہ ایک سائل ہے، پوچھا اے سائل کیا تجھے کس نے کوئی چیز عطا کی ہے؟ اس نے عرض کی کسی نے بھی نہیں مگر اس رکوع کرنے والے نے اشارہ **حضرت علی** کی طرف کیا انہوں نے مجھے انگوٹھی دی ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر نے حضرت مسلم بن کہیل رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ **حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ** نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں صدقہ کی۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت حضرت **علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** کے بارے میں نازل ہوئی آپ نے حالت رکوع میں صدقہ کیا تھا (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی اور حضرت عتبہ بن حکیم رحمہما اللہ سے اس کی مثل روایت نقل کی ہے۔

امام ابن مردویہ کلبی کے واسطہ سے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام اور اہل کتاب کا ایک طائفہ ظہر کے وقت اللہ تعالیٰ کے نبی کے پاس آیا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر دور ہیں ہم اس مسجد کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں

پاتے جہاں ہمارے پاس کوئی بیٹھے یا ہمارے ساتھ میل جول رکھے کیونکہ ہماری قوم نے جب یہ دیکھا کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے اور ان کے دین کو ترک کر دیا ہے تو انہوں نے اپنی عداوت کو ظاہر کیا اور انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ ہمارے ساتھ میل جول نہیں رکھیں گے اور نہ ہمارے ساتھ کھائیں پئیں گے۔ یہ چیز ہمارے لئے بڑی تکلیف دہ ہے۔ اسی اثناء میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں شکایت کر رہے تھے یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ ظہر کی نماز کی اذان دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ پوچھا کیا کسی نے کوئی چیز دی ہے۔ عرض کی گئی جی ہاں۔ فرمایا کس نے؟ عرض کی گئی فلاں آدمی نے جو کھڑا ہے۔ فرمایا کس حال میں اس نے تجھے عطا کی ہے؟ عرض کی جبکہ وہ رکوع میں تھے۔ فرمایا وہ **حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** ہی ہیں۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا جبکہ آپ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 56 کی تلاوت کر رہے تھے۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ سو رہے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی گھر کی ایک جانب سانپ تھا میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں یہاں رات گزاروں اور یہ بھی ناپسند کیا کہ حضور ﷺ کو بیدار کروں اور یہ بھی خوف تھا کہ کہیں آپ ﷺ پر وحی نہ نازل ہو رہی ہو تو میں سانپ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان سو گیا تا کہ سانپ کی جانب سے کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے پہنچے۔ حضور ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے میں چند لمحات ہی ٹھہرا تھا کہ حضور ﷺ بیدار ہو گئے اور آپ ﷺ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے۔

فرمایا تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں، جس نے حضرت علی کے لئے نعمتوں کو مکمل کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فضل تیار کیا(2)۔

- امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک سائل آپ کے پاس سے گزرا جبکہ آپ حالت رکوع میں تھے **حضرت علی رضی اللہ عنہ** نے اسے اپنی انگوٹھی دے دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا یہ آیت مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان میں سے پہلے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ جس نے اسلام قبول کر لیا تو وہ اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کا دوست بن گیا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ ایمان لانے والے کون ہیں؟ جواب دیا جو ایمان لائے انہیں کہا گیا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت **حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ** کے حق میں نازل ہوئی۔ فرمایا حضرت علی ایمان داروں میں سے ہیں(2)۔

امام ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عبد الملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا اس سے مراد

حضور ﷺ کے صحابہ ہیں۔ میں نے پوچھا لوگ کہتے ہیں اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں فرمایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں۔

تفسیر دُرِّ منثور مترجم

جلد دوم

تالیف

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ۰ محمد بوستان ۰ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

امام ابن سعد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ لگاتار مجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہے یہاں تک کہ دوست کے طور پر میرے لئے کوئی حق نہ چھوڑا۔

امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ تنگی اور آسانی، خوشی اور ناپسندیدگی میں آپ کا حکم سنیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے۔ حضور ﷺ کو اپنے اوپر ترجیح دیں گے، ہم امر کے مستحق کے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے اور جہاں کہیں ہوں گے حق بات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ملامت سے نہیں ڈریں گے (1)۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾

"تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہ الٰہی میں جھکنے والے ہیں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عطیہ بن سعد رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی (2)۔

امام خطیب نے متفق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی صدقہ کی جبکہ آپ رکوع کی حالت میں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے سائل سے پوچھا تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی ہے؟ اس نے عرض کی اس رکوع کرنے والے نے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی (3)۔

امام طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پاس سائل آکر کھڑا ہوگیا جبکہ آپ نفلی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی اتاری اور سائل کو دے دی وہ سائل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب واقعہ بیان کیا۔ تو نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت اپنے صحابہ پر پڑھی پھر کہا جس کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے، اے اللہ اس کا دوست بن جو حضرت علی کا دوست بنے اور جو علی سے دشمنی رکھے اسے اپنا دشمن رکھ (4)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر آپ کے گھر میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، مسجد میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف

1۔ سنن ابن ماجہ، باب البیعۃ، جلد 3، صفحہ 398 (2866)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 6، صفحہ 343، بیروت
3۔ ایضاً
4۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 134 (2275)، ریاض

لائے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے، کوئی رکوع کر رہا تھا کوئی سجدہ، کیا دیکھا کہ ایک سائل ہے، پوچھا اے سائل کیا تجھے کسی نے کوئی چیز عطا کی ہے؟ اس نے عرض کی کسی نے بھی نہیں مگر اس رکوع کرنے والے نے اشارہ حضرت علی کی طرف کیا انہوں نے مجھے انگوٹھی دی ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر نے حضرت مسلم بن کہیل رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں صدقہ کی۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی آپ نے حالت رکوع میں صدقہ کیا تھا(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سدی اور حضرت عتبہ بن حکیم رحمہما اللہ سے اس کی مثل روایت نقل کی ہے۔

امام ابن مردویہ کلبی کے واسطہ سے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام اور اہل کتاب کا ایک طائفہ ظہر کے وقت اللہ تعالیٰ کے نبی کے پاس آیا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر دور ہیں ہم اس مسجد کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں پاتے جہاں ہمارے پاس کوئی بیٹھے یا ہمارے ساتھ میل جول رکھے کیونکہ ہماری قوم نے جب یہ دیکھا کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے اور ان کے دین کو ترک کر دیا ہے تو انہوں نے اپنی عداوت کو ظاہر کیا اور انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ ہمارے ساتھ میل جول نہیں رکھیں گے اور نہ ہمارے ساتھ کھائیں پئیں گے۔ یہ چیز ہمارے لئے بڑی تکلیف دہ ہے۔ اسی اثناء میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں شکایت کر رہے تھے یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ ظہر کی نماز کی اذان دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ پوچھا کیا کسی نے کوئی چیز دی ہے۔ عرض کی گئی جی ہاں۔ فرمایا کس نے؟ عرض کی گئی فلاں آدمی نے جو کھڑا ہے۔ فرمایا کس حال میں اس نے تجھے عطا کی ہے؟ عرض کی جبکہ وہ رکوع میں تھے۔ فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا جبکہ آپ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 56 کی تلاوت کر رہے تھے۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ سو رہے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی گھر کی ایک جانب سانپ تھا میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں یہاں رات گزاروں اور یہ بھی ناپسند کیا کہ حضور ﷺ کو بیدار کروں اور یہ بھی خوف تھا کہ کہیں آپ ﷺ پر وحی نہ نازل ہو رہی ہو تو میں سانپ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان سو گیا تا کہ سانپ کی جانب سے کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے پہنچے۔ حضور ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے میں چند لمحات ہی ٹھہرا تھا کہ حضور ﷺ بیدار ہو گئے اور آپ ﷺ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے۔ فرمایا تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت علی کے لئے نعمتوں کو مکمل کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فضل تیار کیا(2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 6، صفحہ 344، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ معجم کبیر، جلد 1، صفحہ 320، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک سائل آپ کے پاس سے گزرا جبکہ آپ حالت رکوع میں تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی انگوٹھی دے دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا یہ آیت مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان میں سے پہلے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جس نے اسلام قبول کرلیا تو وہ اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کا دوست بن گیا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ ایمان لانے والے کون ہیں؟ جواب دیا جو ایمان لائے انہیں کہا گیا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ فرمایا حضرت علی ایمان داروں میں سے ہیں(2)۔

امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا اس سے مراد حضور ﷺ کے صحابہ ہیں۔ میں نے پوچھا لوگ کہتے ہیں اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں۔

امام ابن ابی داؤد نے مصاحف میں حضرت جریر بن مغیرہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ سے پہلے واؤ نہیں تھا۔

وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

"اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور اس کے رسول کریم کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ غالب کون ہے فرمایا کسی حکومت اور مصیبت سے خوفزدہ نہ ہو(3)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 6، صفحہ 343، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 344　3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 344

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۵۵

(تمہارے مددگار تو صرف اللہ، اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے یعنی عاجزی کرنے والے ہوں، یا نفل نماز پڑھنے والے ہوں ایک نسخے میں "مصلون" (نماز پڑھنے والے) کا لفظ ہے)۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت **حضرت علی [رضی اللہ عنہ]** کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب ایک سائل نے ان سے سوال کیا اور وہ نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔ انہوں نے سائل کی طرف اپنی انگوٹھی پھینک دی، گویا وہ پکھراج کی انگوٹھی تھی، اور انہوں نے اسے اتارنے میں کوئی ایسا بڑا عمل (عملِ کثیر) نہیں کیا جس سے نماز فاسد ہو جائے۔ یہاں جمع کا صیغہ (الذین، راکعون) لوگوں کو اس جیسے عمل کی ترغیب دینے کے لیے استعمال ہوا ہے تاکہ وہ بھی اس جیسے ثواب کے مستحق بنیں۔ یہ آیت نماز میں معمولی عمل (فعلِ قلیل) کے جائز ہونے پر بھی دلیل ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (تفسیر المدارک)۔

تفسير الجلالين

تأليف

للشيخ العلامة جلال الدين محمد بن أحمد المحلي رحمه الله

٧٩١-٨٦٤هـ

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي رحمه الله

٨٤٩-٩١١هـ

مع الحواشي المستلة من تفسير الخازن وروح البيان وأبي السعود والإكليل والكرخي والبيضاوي والمدارك وروح المعاني وحاشية الجمل والصاوي والكمالين والأحمدي والكبير والسراج المنير والسمين والمعالم والخطيب والكشاف والزلالين وابن كثير والدر المنثور والصحيحين للإمام البخاري والإمام مسلم وسنن الترمذي وأبي داود وابن ماجه والنسائي

المجلد الأول

طبعة جديدة مصححة ملونة

مكتبة البشرى

عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ أشدّاء عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ **وَلَا يَخَافُونَ** لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ فيه كما يخاف المنافقون لوم الكفار ذَٰلِكَ المذكور **من الأوصاف** فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ كثير الفضل عَلِيمٌ ۝ بمن هو أهله. ونزل لما قال ابن سلام: يا رسول الله! **إن قومنا هجرونا** إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ **ٱلَّذِينَ** يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ **وَهُمْ رَٰكِعُونَ** ۝ خاشعون أو يصلون (في نسخة: مصلون) صلاة التطوّع. وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فيعينهم وينصرهم فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ۝ لنصره إياهم **أوقعه** موقع **"فإنهم"** بياناً؛ لأنهم من حزبه أي أتباعه.

ولا يخافون: الواو يحتمل أن يكون للحال أي يجاهدون وحالهم في المجاهدة خلاف حال المنافقين، فإنهم كانوا موالين لليهود، فإذا خرجوا في جيش المسلمين خافوا أولياءهم اليهود، فلا يعملون شيئا مما يعلمون أنه يلحقهم فيه لوم من جهتهم، وأما المؤمنون فمجاهدتهم لله لا يخافون لومة لائم، وأن يكون للعطف أي من صفتهم المجاهدة في سبيل الله وهم صلاب في دينهم إذا شرعوا في أمر من أمور الدين لا يزعجهم لومة لائم، واللومة المرة من اللوم، وفيها وفي التنكير مبالغتان كأنه قيل: لا يخافون شيئا قط من لوم واحد من اللوام. (تفسير المدارك)

من الأوصاف: أي من المحبة والذلة والعزة والمجاهدة وانتفاء خوف اللومة. (تفسير المدارك)

إن قومنا هجرونا: وتمامه: وأقسموا أن لا يجالسونا ولا نستطيع مجالسة أصحابك لبعد المنازل، فنزلت هذه الآية، فقال: رضينا بالله ورسوله وبالمؤمنين أولياء. (التفسير الكبير) **إنما وليكم الله**: وإنما قال: "وليكم الله" ولم يقل: "أولياءكم" للتنبيه على أن الولاية لله تعالى على الأصالة، ولرسوله وللمؤمنين على التبع؛ إذ التقدير: إنما وليكم الله وكذا رسوله والمؤمنون، ولو قيل إنما أولياؤكم الله ورسوله والذين آمنوا، لم يكن في الكلام أصل وتبع. (تفسير الخطيب)

الذين: مرفوع على البدل من "الذين آمنوا" أو على "هم الذين" أو النصب على المدح. (تفسير المدارك)

وهم راكعون: الواو للحال أي يؤتونها في حال ركوعهم في الصلاة. قيل: إنها نزلت في "علي" حين سأله سائل وهو راكع في صلاته، فطرح له خاتمه كأنه كان مرجاني خنصره، فلم يتكلف لخلعه كثير عمل يفسد صلاته، وورد بلفظ الجمع وإن كان السبب فيه واحدا ترغيبا للناس في مثل فعله؛ لينالوا مثل ثوابه. والآية تدل على جواز الصدقة في الصلاة، وعلى أن الفعل القليل لا يفسد الصلاة. (تفسير المدارك) **وهم راكعون**: حال من فاعل الفعلين أي يعملون ما ذكروهم خاشعون متواضعون لله، وهذا يناسب الاحتمال الأول في كلام الشارح، وأما على الثاني في كلامه فهو حال من فاعل الفعل الأول. (حاشية الجمل)

أوقعه موقع فإنهم: أي وضع الظاهر موضع المضمر إظهارا لما شرفهم به ترغيبا لهم في ولايته وتشريفا لهم بهذا الاسم.

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ٥٥ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ٥٦﴾

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ کا تعلق ہے، تو اس تفسیر کے مطابق اس میں چند وجوہ (اقوال) ہیں:

أحدها (پہلی وجہ): یہاں رکوع سے مراد "خضوع" (عاجزی و انکساری) ہے۔ یعنی مومنین نماز پڑھتے ہیں اور وہ اللہ کے احکام اور اس کی نواہی (ممنوعات) کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے اور عاجزی کرنے والے ہوتے ہیں۔

الوجه الثاني (دوسری وجہ): یہ کہ اس سے مراد یہ ہو کہ نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا ان کی شان (اور عادت) ہے، اور رکوع کو خاص طور پر ذکر اس کی فضیلت اور تشریف کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

الوجه الثالث (تیسری وجہ): یہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس حال میں نازل ہوئی کہ وہ رکوع کر رہے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ایک مخصوص شخص کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ حضرت علی بن ابی طالب [رضی اللہ عنہ] ہیں۔ حضرت سدی رحمہ اللہ نے فرمایا: "ایک سائل مسجد میں **حضرت علی** کے پاس سے گزرا جبکہ وہ رکوع کی حالت میں تھے، تو انہوں نے اسے اپنی انگوٹھی دے دی۔" اس بنا پر علماء نے فرمایا ہے کہ نماز میں معمولی عمل (فعلِ قلیل) نماز کو فاسد نہیں کرتا، اگرچہ یہ واقعہ **حضرت علی بن ابی طالب [رضی اللہ عنہ]** کے صدقہ دینے کے وقت کے موافق ہو جب وہ رکوع میں

تھے۔ اور اس آیت کو عموم (سب کے لیے عام) پر رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو عبد الملک بن سلیمان سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر [رحمہ اللہ] سے اس آیت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ کے بارے میں پوچھا کہ اس سے کون مراد ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: "مومنین مراد ہیں"۔ میں نے عرض کی: لوگ تو کہتے ہیں کہ اس سے مراد **حضرت علی** ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: "**علی** بھی ان مومنوں میں سے ایک ہیں جو ایمان لائے"۔

تفسير الخازن

المسمى

لباب التأويل في معاني التنزيل

تأليف

علاء الدين علي بن محمد بن ابراهيم البغدادي

الشهير بالخازن

المتوفى سنة ٧٢٥ هـ

ضبطه وصححه

عبد السلام محمد علي شاهين

الجزء الثاني

المحتوى

سورة المائدة - سورة يوسف

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

قوله: ﴿أعزة على الكافرين﴾ يعني أنهم أشداء أقوياء في أنفسهم وعلى أعدائهم ﴿يجاهدون في سبيل الله﴾ يعني أنهم ينصرون دين الله ﴿ولا يخافون لومة لائم﴾ يعني لا يخافون عدل عادل في نصرهم الدين وذلك أن المنافقين كانوا يراقبون الكفار ويخافون لومهم فبين الله تعالى في هذه الآية أن من كان قوياً في الدين فإنه لا يخاف في نصره لدين الله بيده أو بلسانه لومة لائم وهذه صفة المؤمنين المخلصين إيمانهم لله تعالى (ق).

عن عبادة بن الصامت قال: بايعت رسول الله ﷺ على السمع والطاعة في العسر واليسر والمنشط والمكره على أن لا ننازع الأمر أهله وعلى أن نقول بالحق أينما كنا لا نخاف في الله لومة لائم ثم قال تعالى: ﴿ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء﴾ ذلك إشارة إلى ما تقدم ذكره من وصفهم بمحبة الله ولين جانبهم للمؤمنين وشدتهم على الكافرين وأنهم يجاهدون في سبيل الله ولا يخافون لومة لائم كل ذلك من فضل الله تعالى تفضل بهم عليهم ومن إحسانه إليهم ﴿والله واسع عليم﴾ يعني أنه تعالى واسع الفضل عليم بمن يستحقه.

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿٥٦﴾﴾

قوله تعالى: ﴿إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا﴾ قال ابن عباس: نزلت هذه الآية في عبادة بن الصامت حين تبرأ من موالاة اليهود وقال: أوالي الله ورسوله والمؤمنين يعني أصحاب محمد ﷺ وقال جابر بن عبد الله: نزلت في عبد الله بن سلام وذلك أنه جاء إلى محمد ﷺ فقال يا رسول الله إن قومنا قريظة والنضير قد هجرونا وفارقونا وأقسموا أن لا يجالسونا، فنزلت هذه الآية، فقرأ: عليه رسول الله ﷺ فقال عبد الله بن سلام: رضينا بالله رباً وبرسوله نبياً وبالمؤمنين أولياء.

وقيل: الآية عامة في حق جميع المؤمنين لأن المؤمنين بعضهم أولياء بعض فعلى هذا يكون قوله تعالى: ﴿الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون﴾ صفة لكل مؤمن ويكون المراد بذكر هذه الصفات تمييز المؤمنين عن المنافقين لأن المنافقين كانوا يدعون أنهم مؤمنون إلا أنهم لم يكونوا يداومون على فعل الصلاة والزكاة فوصف الله تعالى المؤمنين بأنهم يقيمون الصلاة يعني بتمام ركوعها وسجودها في مواقيتها ويؤتون الزكاة يعني ويؤدون زكاة أموالهم إذا وجبت عليهم.

أما قوله تعالى وهم راكعون فعلى هذا التفسير فيه وجوه:

أحدها: أن المراد من الركوع هنا الخضوع والمعنى أن المؤمنين يصلون ويزكون وهم منقادون خاضعون لأوامر الله ونواهيه.

الوجه الثاني: أن يكون المراد منه أن من شأنهم إقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وإنما خص الركوع بالذكر تشريفاً له.

الوجه الثالث: قيل إن هذه الآية نزلت وهم ركوع. وقيل: نزلت في شخص معين وهو علي بن أبي طالب. قال السدي: مر بعلي سائل وهو راكع في المسجد فأعطاه خاتمه، فعلى هذا قال العلماء: العمل القليل في الصلاة لا يفسدها والقول بالعموم أولى وإن كان قد وافق وقت نزولها صدقة علي بن أبي طالب وهو راكع. ويدل على ذلك ما روي عن عبد الملك بن سليمان قال: سألت أبا جعفر محمد بن علي الباقر عن هذه الآية ﴿إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا﴾ من هم؟ فقال: المؤمنون، فقلت: إن ناساً يقولون هو علي، فقال: علي من الذين آمنوا.

اور روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت **حضرت علی رضی اللہ عنہ** کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب ایک سائل نے ان سے سوال کیا اور وہ رکوع کی حالت میں تھے، تو انہوں نے سائل کی طرف اپنی انگوٹھی پھینک دی، گویا وہ پکھراج کی انگوٹھی تھی جو ان کی چھوٹی انگلی (خنصر) میں تھی، اور انہوں نے اسے اتارنے میں کوئی ایسا بڑا عمل (عملِ کثیر) نہیں کیا جو نماز کے فاسد ہونے کا سبب بنے۔ اور یہاں جمع کا صیغہ اس لیے استعمال کیا گیا تاکہ لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے عمل کی ترغیب دی جا سکے، اور اس میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ نفلی صدقے کو بھی (مجازاً) زکوٰۃ کا نام دیا جا سکتا ہے۔

تفسير أبي السعود

أو

إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم

لقاضي القضاة أبي السعود بن محمد العمادي الحنفي

٩٠٠ هـ — ٩٨٢ هـ

تحقيق

عبد القادر أحمد عطا

الجزء الثاني

يطلب من الناشر

مكتبة الرياض الحديثة

بالرياض

كالمثبت فى عدم جواز مباشرة واو الحال له واللومة المرة من اللوم ، وفيها وفى تنكير لائم مبالغة لا تخفى .

﴿ ذلك ﴾ إشارة إلى ما تقدم من الأوصاف الجليلة وما فيه من معنى البعد للإيذان ببعد منزلتها فى الفضل ﴿فضل الله﴾ أى لطفه وإحسانه لا أنهم مستقلون فى الاتصاف بها ﴿يؤتيه من يشاء﴾ إيتاء إياه ويوفقه لكسبه وتحصيله حسبما تقتضيه الحكمة والمصلحة ﴿والله واسع﴾ كثير الفواضل والألطاف ﴿عليم﴾ مبالغ فى العلم بجميع الأشياء التى من جملتها من هو أهل للفضل والتوفيق والجملة اعتراض تذييلى مقرر لما قبله ، وإظهار الاسم الجليل للإشعار بالعلة وتأكيد استقلال الجملة الاعتراضية .

﴿إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا﴾ لما نهاهم الله عز وجل عن موالاة الكفرة وعلله بأن بعضهم أولياء بعض لا يتصور ولايتهم للمؤمنين ، وبين أن من يتولاهم يكون من جملتهم ، بين ههنا من هو وليهم بطريق قصر الولاية عليه كأنه قيل : لا تتخذوهم أولياء ، لأن بعضهم أولياء بعض وليسوا بأوليائكم ، إنما أولياؤكم الله ورسوله والمؤمنون فاختصوهم بالموالاة ولا تتخطوهم إلى غيرهم ، وإنما أفرد الولى مع تعدده للإيذان بأن الولاية أصالة لله تعالى وولايته عليه السلام ، وكذا ولاية المؤمنين بطريق التبعية لولايته عز وجل ﴿ الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة﴾ صفة للذين آمنوا لجريانه مجرى الاسم أو بدل منه أو نصب على المدح أو رفع عليه ﴿وهم راكعون﴾ حال من فاعل الفعلين أى يعملون ما ذكر من إقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وهم خاشعون ومتواضعون لله تعالى ، وقيل هو حال مخصوصة بإيتاء الزكاة والركوع ركوع الصلاة ، والمراد بيان كمال رغبتهم فى الإحسان ومسارعتهم إليه ، وروى أنها نزلت فى على رضى الله عنه حين سأله سائل وهو راكع فطرح إليه خاتمه كأنه كان مرجا فى خنصره غير محتاج فى إخراجه إلى كثير عمل يؤدى إلى فساد الصلاة ، ولفظ الجمع حينئذ لترغيب الناس فى مثل فعله رضى الله عنه ، وفيه دلالة على أن صدقة التطوع تسمى زكاة ﴿ومن يتول الله ورسوله والذين آمنوا ﴾ أوثر

وغالبُ الأخباريين على أنها نزلت **في عليٍّ كرم الله تعالى وجهه**، فقد أخرج الحاكم وابن مردويه وغيرهما عن ابن عباس رضي الله عنهما بإسنادٍ متَّصلٍ قال: أقبل ابنُ سلام ونفرٌ من قومه آمنوا بالنبيّ ﷺ فقالوا: يا رسول الله، إنَّ منازلنا بعيدةٌ وليس لنا مجلسٌ ولا متحدثٌ دون هذا المجلس، وإنَّ قومنا لمَّا رأونا آمنَّا بالله تعالى ورسوله ﷺ وصدّقناه، رفضونا وآلَوْا على نفوسهم أن لا يجالسونا ولا يناكحونا ولا يكلِّمونا، فشقَّ ذلك علينا. فقال لهم النبيُّ ﷺ: « إنما وليكم الله ورسوله ». ثم إنه ﷺ خرج إلى المسجد والناس بين قائم وركع فبَصُرَ بسائلٍ، فقال: « هل أعطاك أحدٌ شيئاً » ؟ فقال: نعم، خاتم من فضة، فقال: « مَن أعطاكه » ؟ فقال: ذلك القائم، وأومأ إلى **عليٍّ كرم الله تعالى وجهه**، فقال النبيُّ ﷺ: « على أيِّ حالٍ أعطاك » ؟ فقال: وهو راكعٌ. فكبَّر النبيُّ ﷺ ثم تلا هذه الآية، فأنشأ حسانٌ رضي الله عنه

روح المعاني

في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

تأليف

شهاب الدين أبي الثناء

محمود بن عبد الله الآلوسي البغدادي

(١٢١٧ - ١٢٧٠هـ)

حقق هذا الجزء

ماهر حبوش

ساهم في تحقيقه

خضر الزيدي فارس الشمري

المجلد السابع

مؤسسة الرسالة

ولا يَرِدُ على ما قدَّمنا أنه لو كان التقديرُ كذلك لنَافَى حَصْرَ الولاية في الله تعالى ثم إثباتَها للرسول ﷺ وللمؤمنين؛ لأنَّ الحصر باعتبارٍ أنه سبحانه الوليُّ أصالةً وحقيقةً، وولايةُ غيره إنما هي بالإسناد إليه عزَّ شأنه.

﴿ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ﴾ بدلٌ من الموصول الأول، أوصفةٌ له باعتبار إجرائه مجرى الأسماء؛ لأنَّ الموصول وُصْلَةٌ إلى وصف المعارف بالجمل، والوصفُ لا يوصفُ إلا بالتأويل. ويجوز أن يعتبر منصوباً على المدح، ومرفوعاً عليه أيضاً. وفي قراءة عبد الله: «والذين يقيمون الصلاة» بالواو[1].

﴿وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾﴾ حالٌ من فاعلِ الفعلين، أي: يعملون ما ذُكر من إقامة الصلاة وإيتاءِ الزكاة وهم خاشعون ومتواضعون لله تعالى.

وقيل: هو حالٌ مخصوصةٌ بإيتاء الزكاة، والركوعُ ركوع الصلاة، والمراد بيانُ كمالِ رغبتهم في الإحسان ومُسارَعَتِهم إليه.

وغالبُ الأخباريين على أنها نزلت في عليٍّ كرم الله تعالى وجهه، فقد أخرج الحاكم وابن مردويه وغيرهما عن ابن عباس ﷺ بإسنادٍ متَّصلٍ قال: أقبل ابنُ سلام ونفرٌ من قومه آمنوا بالنبيِّ ﷺ فقالوا: يا رسول الله، إنَّ منازلنا بعيدةٌ وليس لنا مجلسٌ ولا متحدَّثٌ دون هذا المجلس، وإنَّ قومنا لمَّا رأوْنا آمنَّا بالله تعالى ورسوله ﷺ وصدَّقناه، رفضونا وآلَوْا على نفوسهم أن لا يجالسونا ولا يناكحونا ولا يكلِّمونا، فشقَّ ذلك علينا. فقال لهم النبيُّ ﷺ: «إنما وليكم الله ورسوله». ثم إنه ﷺ خرج إلى المسجد والناس بين قائم وراكع فبَصُرَ بسائلٍ، فقال: «هل أعطاك أحدٌ شيئاً»؟ فقال: نعم، خاتم من فضة، فقال: «مَن أعطاكه»؟ فقال: ذلك القائم، وأومأ إلى عليٍّ كرم الله تعالى وجهه، فقال النبيُّ ﷺ: «على أيِّ حالٍ أعطاك»؟ فقال: وهو راكعٌ. فكبَّر النبيُّ ﷺ ثم تلا هذه الآية، فأنشأ حسانٌ ﷺ يقول:

أبا حَسَنٍ تَفْديكَ نفسي ومُهْجَتي ... وكلُّ بطيءٍ في الهدى ومُسارِعِ
أيذهبُ مدحيك المحبر ضائعاً ... وما المدحُ في جَنْبِ الإلهِ بِضَائعِ
فأنت الذي أعطيتَ إذ كنتَ راكعاً ... زكاةً فدتك النفسُ يا خيرَ راكعِ

(١) المحرر الوجيز ٢/٢٠٨.

فـأنـزل فـيـك الله خـيـرَ ولايـةٍ وأثـبـتـهـا أثـنـا كـتـابُ الـشـرائـعِ[(١)]

واستدلَّ الشيعةُ بها على إمامته كرم الله تعالى وجهه، ووجهُ الاستدلالِ بها عندهم أنها بالإجماع[(٢)] نزلت فيه كرم الله تعالى وجهه، وكلمةُ «إنما» تفيدُ الحصر، ولفظُ الوليِّ بمعنى: المتولِّي للأمور والمستحقّ للتصرُّف فيها، وظاهرٌ أنَّ المراد هنا التصرُّفُ العامُّ المساوي للإمامة بقرينة ضمِّ ولايته كرم الله وجهه بولاية الله تعالى ورسوله ﷺ، فثبَتَتْ إمامتُه وانتفَتْ إمامةُ غيره، وإلا بَطَلَ[(٣)] الحصر. ولا إشكالَ في التعبير عن الواحد بالجمع، فقد جاء في غير ما موضع؛ وذكر علماء العربية أنه يكون لفائدتين: تعظيم الفاعل وأنَّ مَن أتى بذلك الفعل عظيمُ الشأن بمنزلة جماعةٍ كقوله تعالى: ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً﴾ [النحل: ١٢٠] ليرغِّب الناسَ في الإتيان بمثل فِعلِه، وتعظيمِ الفعل أيضاً حتى إنَّ فِعْلَه سجيةٌ لكلِّ مؤمن، وهذه نكتةٌ سَرِيَّةٌ تُعتبر في كلِّ مكانٍ بما يليق به.

وقد أجابَ أهل السنَّةِ عن ذلك بوجوه:

الأول: النقضُ، بأنَّ هذا الدليل كما يدلُّ بزعمهم على نفي إمامة الأئمة المتقدِّمين كذلك يدلُّ على سَلْبِ الإمامة عن الأئمة المتأخِّرين كالسِّبطين ﷺ وباقي الاثني عشر ﷺ أجمعين بعين ذلك التقرير، فالدليلُ يضرُّ الشيعةَ أكثر مما يضرُّ أهلَ السنَّةِ كما لا يخفى.

---

(١) كذا نقل المصنف لفظه وتخريجه عن الشهاب في الحاشية ٣/ ٢٥٧، وذكره بهذا اللفظ أيضاً الطبرسي في مجمع البيان ٦/ ١٢٧، وفيهما: وثبتها مثنى كتاب الشرائع، وعزاه لابن مردويه دون الشعر السيوطي في الدر المنثور ٢/ ٢٩٣، وابن كثير عند تفسير هذه الآية، وهو من طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس. والكلبي متروك كما ذكر ابن كثير وقال: وهذا إسناد لا يُفْرَح به. اهـ.

وأخرجه الحاكم في معرفة علوم الحديث ص١٠٢ دون قصة ابن سلام والشعر ولكن من حديث علي ﷺ، وعزاه ابن كثير لابن مردويه من حديث علي ومن حديث عمار، ثم قال: وليس يصح شيءٌ منها؛ لضعف أسانيدها وجهالة رجالها. وقال في البداية والنهاية ١١/ ٩٤: ولم ينزل في علي شيءٌ من القرآن بخصوصيته.

(٢) بعدها في (م): أنها.

(٣) في (م): لبطل.

ولا يمكن أن يقال: الحصرُ إضافيٌّ بالنسبة إلى مَن تقدَّمه؛ لأنَّا نقول: إنَّ حَصْرَ ولايةِ مَن استَجْمَعَ تلك الصفات لا يفيدُ إلا إذا كان حقيقيًّا، بل لا يصحُّ لعدم استجماعها فيمَن تأخَّر عنه كرم الله تعالى وجهه.

وإنْ أجابوا عن النقض بأنَّ المراد حصرُ الولاية في الأمير كرم الله تعالى وجهه في بعض الأوقات، أعني وقتَ إمامته لا وقتَ إمامة السِّبْطَين ومَن بعدهم ﷺ.

قلنا: فمرحباً بالوفاق؛ إذ مذهبُنا أيضاً أنَّ الولاية العامة كانت له وقتَ كونه إماماً لا قبله ـ وهو زمان خلافة الثلاثة ـ ولا بعده، وهو زمانُ خلافةِ مَن ذُكر.

فإن قالوا: إنَّ الأمير كرم الله تعالى وجهه لو لم يكن صاحب ولايةٍ عامَّةٍ في عهد الخلفاء يلزمه نقصٌ، بخلاف وقتِ خلافةِ أشباله الكرام ﷺ، فإنه لمَّا لم يكن حيًّا لم تَصِرْ إمامةُ غيره موجبةً لنقصِ شرفه الكامل؛ لأن الموت رافعٌ لجميع الأحكام الدنيوية.

يقال: هذا فرارٌ وانتقالٌ إلى استدلالٍ آخَرَ ليس مفهوماً من الآية؛ إذ مَبناهُ على مقدمتين: الأولى: أنَّ كون صاحب الولاية العامة في ولاية الآخر ـ ولو في وقتٍ من الأوقات ـ غيرَ مستقلٍّ بالولاية نقصٌ له. والثانية: أنَّ صاحب الولاية العامة لا يلحقُه نقصٌ ما بأيِّ وجهٍ وأيِّ وقت كان. وكلتاهما لا يفهمان من الآية أصلاً كما لا يخفى على ذي فهم، على أنَّ هذا الاستدلال منقوضٌ بالسبطين زمن ولاية الأمير كرم الله تعالى وجهه، بل وبالأمير أيضاً في عهد النبيِّ ﷺ.

والثاني: أنَّا لا نسلِّمُ الإجماع على نزولها في الأمير كرَّم الله تعالى وجهه، فقد اختلف علماء التفسير في ذلك، فروى أبو بكرٍ النَّقَّاشُ صاحبُ التفسير المشهور عن محمدٍ الباقرِ ﷺ أنها نزلت في المهاجرين والأنصار، وقال قائل: نحن سمعنا أنها نزلت في عليٍّ كرم الله تعالى وجهه. فقال: هو منهم. يعني أنه ـ كرم الله تعالى وجهه ـ داخلٌ أيضاً[1] في المهاجرين والأنصار ومن جملتهم.

وأخرج أبو نعيم في «الحلية» عن عبد الملك بن أبي سليمان، وعبد بنُ حميد وابنُ جَريرٍ وابنُ المنذر وابنُ أبي حاتم عن الباقر ﷺ أيضاً نحو ذلك[2].

---

(١) قوله: أيضاً، ليس في الأصل.

(٢) الحلية ٣/ ١٨٥، وتفسير الطبري ٨/ ٥٣١، وتفسير ابن أبي حاتم ٤/ ١١٦٢، والدر المنثور ٢/ ٢٩٤.

وهذه الروايةُ أَوْفَقُ بصيغ الجمع في الآية. وروى جمعٌ من المفسِّرين عن عكرمة: أنها نزلت في شأن أبي بكر ﷺ.

والثالث: أنَّا لا نسلِّم أنَّ المراد بالوليِّ المتولِّي للأمور والمستحقُّ للتصرُّفِ فيها تصرُّفاً عامًّا، بل المراد به: الناصرُ؛ لأنَّ الكلام في تقوية قلوب المؤمنين وتسلِّيها، وإزالةِ الخوف عنها من المرتدِّين، وهو أقوى قرينةٍ على ما ذكره. ولا يأباه الضمُّ كما لا يخفى على مَن فتح الله تعالى عينَ بصيرته، ومَن أنْصَفَ نفسَه عَلِمَ أنَّ قوله تعالى فيما بعد: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَٱلْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَ﴾ آبٍ عن حَمْلِ الوليِّ على ما يساوي الإمام الأعظم؛ لأنَّ أحداً لم يتَّخذ اليهود والنصارى والكفار أئمةً لنفسه، وهم أيضاً لم يتَّخذ بعضُهم بعضاً إماماً، وإنما اتخذوا أنصاراً وأحباباً. وكلمة «إنما» المفيدةُ للحصر تقتضي ذلك المعنى أيضاً، لأنَّ الحصر يكون فيما يَحْتَمِلُ اعتقاد الشركة والتردُّد والنزاع، ولم يكن بالإجماع وقتَ نزول هذه الآية تردُّدٌ ونزاع في الإمامة وولاية التصرُّف، بل كان في النصرة والمحبة.

والرابع: أنه لو سلِّم أنَّ المراد ما ذكروه فلفظُ الجمع عامٌّ، أو مساوٍ له ـ كما ذكره المرتضى في «الذريعة»، وابن المطهّر في «النهاية» ـ والعبرةُ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب كما اتفق عليه الفريقان، فمفادُ الآية حينئذٍ حصرُ الولاية العامَّة لرجال متعدِّدين يدخل فيهم الأمير كرم الله تعالى وجهه، وحَمْلُ العامِّ على الخاصِّ خلافُ الأصل لا يصحُّ ارتكابُه بغير ضرورةٍ، ولا ضرورة.

فإن قالوا: الضرورةُ متحقِّقةٌ هاهنا؛ إذ التصدُّق على السائل في حال الركوع لم يقع من أحدٍ غيرِ الأمير كرم الله تعالى وجهه.

قلنا: ليست الآيةُ نصًّا في كون التصدُّق واقعاً في حال ركوع الصلاة؛ لجواز أن يكون الركوع بمعنى التخشُّعِ والتذلُّلِ لا بالمعنى المعروفِ في عُرْفِ أهلِ الشرع، كما في قوله:

لا تُهِينَ الفقيرَ علَّكَ أنْ تركع يوماً والدهرُ قد رَفَعَه[1]

(١) البيت للأضبط بن قُرَيْع، وهو في شرح الحماسة للمرزوقي ٣/ ١١٥١، والشعر والشعراء ١/ ٣٨٣، والخزانة ١١/ ٤٥٠.

وقد استُعمل بهذا المعنى في القرآن أيضاً كما قيل في قوله سبحانه: ﴿وَٱرْكَعِي مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ﴾ [آل عمران: ٤٣] إذ ليس في صلاةِ مَن قَبْلَنا من أهل الشرائع ركوعٌ هو أحدُ الأركان بالإجماع، وكذا في قوله تعالى: ﴿وَخَرَّ رَاكِعًا﴾ [ص: ٢٤] وقولِه عز وجل: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱرْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ﴾ [المرسلات: ٤٨] على ما بيَّنه بعضُ الفُضَلاءِ، وليس حَمْلُ الركوع في الآية على غير معناه الشرعيِّ بأبْعدَ مِن حَمْلِ الزكاة المقرونةِ بالصلاة على مِثْلِ ذلك التصدُّق، وهو لازمٌ على مدَّعَى الإمامية قطعاً.

وقال بعضٌ منَّا أهل السنَّةِ: إنَّ حَمْلَ الركوع على معناه الشرعيِّ وجَعْلَ الجملةِ حالاً من فاعلِ «يأتون» يوُجِبُ قصوراً بيِّناً في مفهوم (يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ) إذ المدحُ والفضيلة في الصلاة كونها خاليةً عمَّا لا يتعلَّقُ بها من الحركات سواءٌ كانت كثيرةً أو قليلة، غايةُ الأمرِ أنَّ الكثيرة مُفْسِدةٌ للصلاة دون القليلة، ولكنْ تؤثِّر قصوراً في معنى إقامة الصلاة البتة، فلا ينبغي حملُ كلام الله تعالى الجليل على ذلك. انتهى.

وبلغني أنه قيل لابن الجوزيِّ رحمه الله تعالى: كيف تَصَدَّقَ عليٌّ كرم الله تعالى وجهه بالخاتم وهو في الصلاة، والظنُّ فيه ـ بل العلمُ الجازمُ ـ أنَّ له كرَّم الله تعالى وجهَه شغلاً شاغلاً فيها عن الالتفات إلى ما لا يتعلَّق بها، وقد حُكي مما يؤيِّد ذلك كثيرٌ؟ فأنشأ يقول:

يُسْقَى ويشربُ لا تُلْهِيه سَكْرتُه ... عن النديم ولا يلهو عن الناسِ
أطاعه سكرُه حتى تمكَّن من ... فِعْلِ الصُّحاةِ فهذا واحدُ الناسِ

وأجاب الشيخ إبراهيم الكرديُّ[1] قدَّسَ سرُّه عن أصل الاستدلال: بأنَّ الدليل قائمٌ في غير محلِّ النزاع، وهو كونُ عليٍّ كرم الله تعالى وجهه إماماً بعد رسول الله ﷺ من غير فَصْلٍ؛ لأنَّ ولاية الذين آمنوا على زعم الإمامية غير مرادةٍ في زمان الخطاب، لأنَّ ذلك عهدُ النبوَّة، والإمامة نيابةٌ فلا تُتصوَّر إلا بعد انتقال النبيِّ ﷺ، وإذا لم يكن زمانُ الخطاب مراداً تعيَّن أن يكون المرادُ الزمانَ المتأخِّر

(١) لعله إبراهيم بن حيدر الحسين آبادي الشافعي، المتوفى سنة (١١٥١هـ)، له: حاشية على شرح عصام الدين على الرسالة العضدية، والرسالة القدسية الطاهرة بشرح الدرة الفاخرة. إيضاح المكنون ١/ ٥٦٧، ومعجم المؤلفين ١/ ٢٣.

قال ابن كثير: « وليس يصح شيء منها بالكلية لضعف أسانيدها وجهالة رجالها » . وقال ابن عطية: « وفي هذا القول، أي: الرواية، نظر، قال: روى الحاكم وابن مردويه: جاء ابن سلام « أي عبد الله » ونفر من قومه الذين آمنوا « أي: من اليهود » فشكوا للرسول ﷺ بُعد منازلهم ومنابذة اليهود لهم، فنزلت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾، ثم إن الرسول خرج إلى المسجد فبصُر بسائل، فقال له: « هل أعطاك أحد شيئاً » ؟ فقال: « نعم خاتم فضة أعطانيه ذلك القائم يصلي » ، وأشار إلى علي، فكبَّر النبي ﷺ، ونزلت هذه الآية، فتلاها رسول الله. وقيل: نزلت في أبي بكر الصديق. وقيل: نزلت في المهاجرين والأنصار.

تفسير

التحرير والتنوير

تأليف

سماحة الأستاذ الإمام الشيخ

محمد الطاهر ابن عاشور

المجلد الثالث

النساء - الأنعام

دار ابن حزم

دار سحنون للنشر والتوزيع تونس

وعقَّبه بأنهم يؤتون الزكاة مبادرة بالتنويه بالزكاة، كما هو دأب القرآن. وهو الذي استنبطه أبو بكر ﷺ إذ قال: «لأقاتلن من فرَّق بين الصلاة والزكاة». ثم أثنى الله عليهم بأنهم لا يتخلفون عن أداء الصلاة؛ فالواو عاطفة صفة على صفة ويجوز أن تجعل الجملة حالًا. ويراد بالركوع الخشوع.

ومن المفسرين من جعل ﴿وَهُمْ رَٰكِعُونَ﴾ حالًا من ضمير «يؤتون الزكاة». وليس فيه معنى، إذ تؤتى الزكاة في حالة الركوع، وركَّبوا هذا المعنى على خبر تعددت رواياته وكلها ضعيفة.

قال ابن كثير: «وليس يصح شيء منها بالكلية لضعف أسانيدها وجهالة رجالها». وقال ابن عطية: و«في هذا القول، أي: الرواية، نظر، قال: روى الحاكم وابن مردويه: جاء ابن سلام «أي عبدالله» ونفر من قومه الذين آمنوا «أي: من اليهود» فشكوا للرسول ﷺ بُعد منازلهم ومنابذة اليهود لهم، فنزلت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ﴾، ثم إن الرسول خرج إلى المسجد فبصُر بسائل، فقال له: «**هل أعطاك أحد شيئاً**»؟ فقال: «نعم خاتم فضة أعطانيه ذلك القائم يصلي»، وأشار إلى علي، فكبَّر النبي ﷺ، ونزلت هذه الآية، فتلاها رسول الله. وقيل: نزلت في أبي بكر الصديق. وقيل: نزلت في المهاجرين والأنصار.

وقوله: ﴿فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ﴾ دليل على جواب الشرط بذكر علة الجواب كأنه قيل: فهم الغالبون لأنهم حزب الله.

[57، 58] ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَٱلْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿57﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ ٱتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿58﴾﴾.

استئناف هو تأكيد لبعض مضمون الكلام الذي قبله، فإن قوله: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ﴾ [المائدة: 51] تحذير من موالاة أهل الكتاب ليظهر تميز المسلمين. وهذه الآية تحذير من موالاة اليهود والمشركين الذين بالمدينة، ولا مدخل للنصارى فيها، إذ لم يكن في المدينة نصارى فيهزأوا بالدين. وقد عدل عن لفظ اليهود إلى الموصول والصلة وهي ﴿ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ دِينَكُمْ هُزُوًا﴾ إلخ، لما في الصلة من الإيماء إلى تعليل موجب النهي.

والدين هو ما عليه المرء من عقائد وأعمال ناشئة عن العقيدة، فهو عنوان عقل المتدين ورائد آماله وباعث أعماله، فالذي يتخذ دين امرئ هزؤاً فقد اتخذ ذلك المتديِّن هزؤاً ورمقه بعين الاحتقار، إذ عد أعظم شيء عنده سخرية، فما دون ذلك أولى. والذي

(٢) حدثني الحارث قال ثنا عبد العزيز قال ثنا غالب بن عبيد الله قال: سمعت مجاهداً يقول في قوله ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ﴾ ٥٥ الآية قال: نزلت في **علي ابن أبي طالب**، تصدق وهو راكع].

تفسير

الإمام مجاهد بن جبر

المتوفى سنة ١٠٢ هجرية

تحقيق

الدكتور / محمد عبد السلام أبو النيل

الاستاذ المساعد بجامعة الامارات العربية المتحدة
كلية الآداب - قسم الدراسات الاسلامية

المائدة من ٥٤ ـ ٥٦

أنبأ عبد الرحمن قال ثنا إبراهيم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن أبي نجيح عن مجاهد في قوله ﴿مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ﴾ ٥٤ قال: ناس من أهل اليمن[1].

*[2]أنا عبد الرحمن قال نا إبراهيم قال ثنا آدم قال ثنا ورقاء عن ابن أبي

---

(١) تضييق من سعة، وفي ط، في رواية: هم قوم سبأ، وهذا أوهى وأضعف.

*(٢) حدثني الحارث قال ثنا عبد العزيز قال ثنا غالب بن عبيد الله قال: سمعت مجاهدا يقول في قوله ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ﴾ ٥٥ الآية قال: نزلت في علي ابن أبي طالب، تصدق وهو راكع].
وفي هذا نظر، فالآية إنما تعني أن المؤمنين أحق بأن يتخذوا أولياء، لأنهم يؤدون حق الله وحق العباد.. ولعل سبب نزول الآية خير شاهد لهذا المعنى: أورد الطبري في تفسيره ٦ / ٢٨٨: أن عبادة بن الصامت ـ لما حاربت بنو قينقاع رسول الله ﷺ ـ مشى عبادة إلى الرسول وكان أحد بني عوف بن الخزرج، فخلعهم إلى رسول الله، وتبرأ إلى الله وإلى رسوله من حلفهم، وقال: أتولى الله ورسوله والمؤمنين، وأبرأ من حلف الكفار وولايتهم، ففيه نزلت ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ﴾ لقول عبادة أتولى الله ورسوله والذين آمنوا وتبرئته من بني قينقاع وولايتهم إلى قوله ﴿وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ﴾ ٥٦ وقد جاء في أسباب نزول القرآن للواحدي ١٩٢ سبب آخر: قال جابر بن عبدالله: جاء عبد الله بن سلام إلى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله، إن قوما من قريظة والنضير قد هجرونا وفارقونا، وأقسموا ألا يجالسونا، ولا نستطيع مجالسة أصحابك لبعد المنازل، وشكا ما يلقى من اليهود، فنزلت هذه الآية، فقرأها عليه رسول الله ﷺ، فقال: رضينا بالله وبرسوله، وبالمؤمنين أولياء. كما يؤكد هذا المعنى أيضا ما تقرره الآية الثانية بأن الغلبة لمن يتولى الله والرسول والمؤمنين.
وقد علق الأستاذ شاكر على هذه الرواية بقوله: إن في سندها غالب بن عبيد الله، وهو منكر الحديث متروك، فروايته لا يؤخذ بها. انظر تفسير الطبري ١٠ / ٤٢٤، ٤٢٥ وقال ابن كثير في تفسيره ٢ / ٧١: توهم بعض الناس أن جملة ﴿وَهُمْ رَٰكِعُونَ﴾ في موضع الحال من قوله ﴿وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ﴾، أي في حال ركوعهم، ولو كان هذا كذلك لكان دفع الزكاة في حال الركوع أفضل من غيره، لأنه ممدوح، وليس الأمر كذلك عند أحد من العلماء ممن نعلمه من أئمة الفتوى، وعلق على الروايات التي تشير إلى نزولها في الإمام علي بقوله: إنها لا يصح شيء منها بالكلية لضعف أسانيدها وجهالة رجالها.
وعلق الألوسي في تفسيره ٢ / ٣٣١ بقوله: إن الفضيلة في الصلاة كونها خالية عما لا يتعلق بها من الحركات، سواء أكانت كثيرة أم قليلة، غاية الأمر أن الكثيرة مفسدة للصلاة دون القليلة، ولكن تؤثر قصورا في معنى إقامة الصلاة البتة.

نزلت هذه الآية، فقالوا: رضينا بالله وبرسوله وبالمؤمنين، وأذّن بلال بالصلاة، فخرج رسول الله ﷺ فإذا مسكين يسأل الناس، فقال رسول الله ﷺ: «هل أعطاك أحدٌ شيئاً»؟ قال: نعم. قال: «ماذا»؟ قال: خاتم فضة. قال: «من أعطاكه»؟ قال: ذاك القائم، فإذا هو **علي بن أبي طالب**، أعطانيه وهو راكع، فقرأ رسول الله ﷺ هذه الآية، رواه أبو صالح عن ابن عباس (١)، وبه قال مقاتل.

وقال مجاهد: نزلت في **علي بن أبي طالب**، تصدق وهو راكع.

أحدهما: أنهم فعلوا ذلك في ركوعهم، وهو تصدق **علي عليه السلام** بخاتمه في ركوعه (٢). والثاني: أن من شأنهم إيتاء الزكاة وفعل الركوع.

زاد المسير في علم التفسير

الجزء الأول

فنزلت هذه الآية ، فقالوا : رضينا بالله وبرسوله وبالمؤمنين ، وأذَّن بلال بالصلاة ، فخرج رسول الله ﷺ فاذا مسكين يسأل الناس ، فقال رسول الله ﷺ : « هل أعطاك أحدٌ شيئاً » ؟ قال : نعم . قال : « ماذا » ؟ قال : خاتم فضة . قال : « من أعطاكه » ؟ قال : ذاك القائم ، فاذا هو علي بن أبي طالب ، أعطانيه وهو راكع ، فقرأ رسول الله ﷺ هذه الآية ، رواه أبو صالح عن ابن عباس [1] ، وبه قال مقاتل . وقال مجاهد : نزلت في علي بن أبي طالب ، تصدق وهو راكع .

والثاني : أن عبادة بن الصّامت لما تبرأ من حلفائه اليهود نزلت هذه الآية في حقه ، رواه العوفي عن ابن عباس .

والثالث : أنها نزلت في أبي بكر الصديق ، قاله عكرمة .

والرابع : أنها نزلت فيمن مضى من المسلمين ومن بقي منهم ، قاله الحسن .

قوله تعالى : (ويؤتون الزكاة وهم راكعون) فيه قولان .

أحدهما : أنهم فعلوا ذلك في ركوعهم ، وهو تصدق علي عليه السلام بخاتمه في ركوعه [2] . والثاني : أن من شأنهم إيتاء الزكاة وفعل الركوع .

---

(١) رواه ابن مردويه من طريق محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس . قلت : محمد بن السائب متروك ، نقل الذهبي في « ميزان الاعتدال » عن البخاري أن يحيى وابن مهدي تركاه ، وروى عنه عن سفيان قال : قال لي الكلبي : كل ما حدثتك عن أبي صالح فهو كذب ، وأبو صالح ضعيف ، وخاصة فيما يروي عنه الكلبي . ولذلك قال ابن كثير رحمه الله : هذا إسناد لا يفرح به ، ثم قال ابن كثير : ورواه ابن مردويه من حديث علي بن أبي طالب رضي الله عنه نفسه ، وعمار بن ياسر ، وأبي رافع ، وليس يصح شيء منها بالكلية لضعف أسانيدها ، وجهالة رجالها .

(٢) قال ابن كثير في « التفسير » ٧١/٢ : وقد توهم بعض الناس أن هذه الجملة ـ أي جملة : وهم راكعون ـ في موضع الحال من قوله : (ويؤتون الزكاة) أي : في حال ركوعهم ، ولو ـــ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (آئے) پہلی نماز (ظہر) کے وقت اور کہا: "یقیناً یہودیوں نے اسلام کی وجہ سے ہمارے ساتھ کھلی دشمنی کا اظہار کیا ہے، وہ نہ ہم سے بات کرتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز میں ہم سے میل جول رکھتے ہیں، جبکہ ہمارے گھر ان کے درمیان واقع ہیں اور ہمیں اس مسجد کے سوا کوئی بات چیت کرنے کی جگہ نہیں ملتی۔" پس یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے کہا: "ہم اللہ، اس کے رسول اور مومنین کو بطور سرپرست و مددگار (ولی) قبول کرنے پر راضی ہیں۔" اور لوگ فرض نماز کے بعد نفل نماز پڑھنے لگے۔ اور یہ پہلی نماز (ظہر) کا وقت تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے کی طرف نکلے تو اچانک آپ کو ایک مسکین (فقیر) ملا جو مسجد سے نکل رہا تھا اور اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کر رہا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور پوچھا: "کیا تمہیں کسی نے کچھ دیا ہے؟" اس نے کہا: "جی ہاں، اے اللہ کے نبی!" آپؐ نے پوچھا: "تمہیں کس نے دیا؟" اس نے کہا: "اس کھڑے ہوئے شخص نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے"۔ یعنی **علی ابن ابی طالب ـــ رضوان اللہ علیہ** ـــ نے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "انہوں نے تمہیں کس حالت میں یہ دی؟" اس نے کہا: "انہوں نے مجھے اس وقت دی جب وہ رکوع کی حالت میں تھے"۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر (اللہ اکبر) کہی اور فرمایا: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے علی کو اس فضیلت و کرامت سے نوازا"۔

تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: « اور جو لوگ ایمان لائے؛ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہوتے ہیں » ﴿اور جو کوئی اللہ، اس کے رسول اور ایمان لانے والوں کو اپنا سرپرست بنائے گا﴾ یعنی **علی بن ابی طالب — رضی اللہ عنہ** — کو،

تفسير

مقاتل بن سليمان

دراسة وتحقيق

د. عبد الله محمود شحاته

الجزء الاول

مؤسسة التاريخ العربي

بيروت - لبنان

صلى الله عليه وسلم — عند صلاة الأولى : إن اليهود أظهروا لنا العداوة من أجل الإسلام ولا يكلموننا ولا يخالطوننا فى شىء ومنازلنا فيهم ولا نجد متحدثا دون هذا المسجد . فنزلت هذه الآية فقرأها النبى — صلى الله عليه وسلم — فقالوا : قد رضينا بالله ورسوله وبالمؤمنين أولياء ، وجعل الناس يصلون تطوعا بعد المكتوبة . وذلك فى صلاة الأولى[1] وخرج النبى — صلى الله عليه وسلم — إلى باب المسجد فإذا هو بمسكين قد خرج من المسجد وهو يحمد الله — عز وجل — فدعاه النبى — صلى الله عليه وسلم — فقال : هل أعطاك أحد شيئا ؟ قال : نعم يا نبى الله . قال : من أعطاك ؟ قال : الرجل القائم أعطانى خاتمه : يعنى على ابن أبى طالب — رضوان الله عليه — فقال النبى — صلى الله عليه وسلم — : على أى حال أعطاكه ؟ قال : أعطانى وهو راكع . فكبر النبى — صلى الله عليه وسلم — وقال : الحمد لله الذى خص عليا بهذه الكرامة . فأنزل الله — عز وجل — « والذين آمنوا ، الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون » ﴿ وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ﴾ يعنى على بن أبى طالب — رضى الله عنه — ﴿ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَـٰلِبُونَ ﴾ — ٥٦ — يعنى شيعة الله ورسوله والذين آمنوا هم الغالبون فبدأ بعلى بن أبى طالب — رضى الله عنه — قبل المسلمين ثم جعل المسلمين

---

(١) لا تطوع قبل الصبح بأكثر من سنته ولا تطوع فى الصبح إلى أن تطلع الشمس . وقد كان مقاتل شيعى زيدى فيؤخذ كلامه فى مدح على بتحفظ .

وفى تفسير المنار يذهب الشيخ محمد عبده إلى أن الآية عامة فى جميع المؤمنين بقصد قوله — تعالى — : « ويؤتون الزكاة وهم راكعون » وقصرها على على يحتاج إلى سند صحيح .

لكن ورد فى أسباب النزول للواحدى : ١١٤ ، روايات تؤيد ماذهب إليه مقاتل وفى سندها ضعف . وأورد السيوطى فى الدر المنثور : ٩٠ ، ٩١ ، روايات صحيحة عن عبد الرازق وغيره تؤيد أن الآية نزلت فى على بن أبى طالب — رضى الله عنه .

وذلك لأن اليهود والنصارى لا ركوع في صلاتهم - كما مضى بيانه في آل عمران، ويمكن أن يكون حالاً من فاعل الإيتاء؛ وفي أسباب النزول أنها نزلت في **علي رضي اللہ عنه**، سأله سائل وهو راكع فطرح له خاتمه. وجمع؛ وإن كان السبب واحداً ترغيباً في مثل فعله من فعل الخير، والتعجيل به لئلا يظن أن ذلك خاص به.

جیسا کہ اس کا بیان پہلے سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے، اور یہ (لفظِ رکوع) زکوٰۃ دینے والے کے فاعل سے 'حال' بھی واقع ہو سکتا ہے؛ اور اسبابِ نزول میں ہے کہ یہ آیت **حضرت علی رضی اللہ عنہ** کے بارے میں نازل ہوئی، جب ایک مانگنے والے نے ان سے اس حال میں سوال کیا کہ وہ رکوع میں تھے، تو انہوں نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف ڈال دی۔ اور (آیت میں) جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا؛ اگرچہ سبب (انگوٹھی دینے والا) ایک ہی شخص تھا، تاکہ لوگوں کو ان جیسے نیک کام کرنے اور اس میں جلدی کرنے کی ترغیب دی جائے، اور تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ عمل انہی کے ساتھ خاص ہے۔

نظم الدرر

في تناسب الآيات والسور

للإمام المفسر
برهان الدين أبي الحسن إبراهيم بن عمر البقاعي
المتوفى سنة ٨٨٥ هـ - ١٤٨٠ م

دار الكتاب الإسلامي
بالقاهرة

[١]بالمؤمنين المسلمين[١] ، و ذلك لأن[٢] اليهود و النصارى لا ركوع فى صلاتهم - كما يمضى بيانه فى آل عمران ، و يمكن أن يكون حالا من فاعل الإيتاء ؛ و فى أسباب النزول أنها نزلت فى على رضى الله عنه ، سأله سائل و هو راكع فطرح له خاتمه . و جمع و إن كان السبب واحدا ترغيبا فى مثل فعله من فعل الخير و التعجيل به لئلا يظن أن ذلك خاص به .

و لما كان التقدير : فمن يتول غيرهم فأولئك حزب الشيطان ، و حزب الشيطان هم الخاسرون ، عطف عليه : ﴿و من يتول الله ﴾ أى يجتهد فى ولاية الذى له مجامع العز ﴿ و رسوله ﴾ الذى خلقه القرآن ﴿ و الذين ءامنوا ﴾ و أعاد[٣] ذكر من خص الولاية بهم تبركا بأسمائهم و تصريحا بالمقصود ، فانهم الغالبون[٤] - هكذا كان الأصل ، و لكنه أظهر ما شرفهم به ترغيبا لهم فى ولايته فقال : ﴿ فان حزب الله ﴾ أى القوم الذين[٥] يجمعهم على ما يرضى الملك الأعلى ما حزبهم أى اشتد عليهم فيه ﴿ هم الغلبون ع ﴾ أى لا غيرهم ، بل غيرهم مغلوبون ، ثم إلى النار محشورون ، لأنهم حزب الشيطان .

و لما نبه سبحانه على العلل المانعة من ولاية الكفار و حصر الولاية فيه سبحانه ، أنتج ذلك قطعا قوله منبها على علل أخرى موجها للبراءة منهم: ﴿ يٰأيها الذين ءامنوا ﴾ أى أقروا بالإيمان ، و نبه بصيغة الافتعال على أن من

(١ - ١) فى ظ : بالمسلمين (٢) فى ظ : ان (٣) فى ظ : عاد (٤) زيدت الواو بعده فى ظ (٥) فى ظ : الذى .

والآية عامة في جميع المؤمنين، فكل مؤمن ولي لكل مؤمن، لقوله تعالى: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾، ونحو هذا روي عن أبي جعفر الباقر، قال: نزلت في الذين آمنوا، فقيل له: إن أناساً يقولون: إنها نزلت في **علي بن أبي طالب**، فقال: **علي** من الذين آمنوا.

اور یہ آیت تمام مومنوں کے لیے عام ہے، پس ہر مومن دوسرے مومن کا سرپرست و مددگار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اور مومن مرد اور مومن عورتیں، وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں﴾۔ اور اسی طرح کی روایت ابو جعفر الباقر (امام باقر علیہ السلام) سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: "یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لائے"، تو ان سے عرض کیا گیا: "کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت **علی بن ابی طالب** کے حق میں نازل ہوئی ہے"، تو انہوں نے فرمایا: "**علی (علیہ السلام)** بھی ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔"

الوسيط

في تفسير القرآن المجيد

تأليف
أبي الحسن علي بن أحمد الواحدي النيسابوري
المتوفى سنة ٤٦٨ هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود   الشيخ علي محمد معوض
الدكتور أحمد محمد صيرة   الدكتور أحمد عبد الغني الجمل
الدكتور عبد الرحمن عويس

قدمه وقرظه
الأستاذ الدكتور عبد الحي الفرماوي
كلية أصول الدين - جامعة الأزهر

الجزء الثاني

المحتوى

سورة النساء - سورة يوسف

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

أخبرنا أبو معمر المفضل بن إسماعيل الإسماعيلي، أخبرنا الإمام جدي أبو بكر الإسماعيلي، حدثنا[١] عبد الله بن الصقر السكري، حدثنا الفضل بن السخيت[٢] حدثني صالح بن بيان[٣]، عن المسعودي، عن القسم بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن ابن مسعود قال:

قال رسول الله ﷺ: «من أراد الجنة لا شك فلا يخف في الله لومة لائم»[٤].

وقوله[٥] ﴿ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء﴾ أي: محبتهم لله ولين جانبهم للمؤمنين، وشدتهم على الكافرين، تفضل من الله عليهم، لا توفيق لهم إلا به[٦].

ـ قوله عز وجل[٧] ﴿إنما وليكم الله ورسوله . . .[٨]﴾ الآية، قال ابن عباس في رواية عطية العوفي: نزلت في قصة عبد الله بن أبي وعبادة بن الصامت حين تبرأ من اليهود وقال[٩]: أتولى الله ورسوله والذين آمنوا[١٠].

وقال جابر بن عبد الله[١١]: إن اليهود هجروا من أسلم منهم ولم يجالسوهم، فقال عبد الله بن سلام: يا رسول الله، إن قومنا قد هجرونا، وأقسموا أن لا يجالسونا، فنزلت هذه الآية، فقال: رضينا بالله وبرسوله[١٢] وبالمؤمنين أولياء.

والآية عامة في جميع المؤمنين، فكل مؤمن ولي لكل مؤمن، لقوله تعالى ﴿والمؤمنين[١٣] والمؤمنات بعضهم أولياء بعض﴾[١٤]، ونحو هذا روي عن أبي جعفر الباقر، قال: نزلت في الذين آمنوا، فقيل له: إن أناساً[١٥] يقولون: إنها نزلت في علي بن أبي طالب، فقال: علي من الذين آمنوا[١٦].

---

(١) في (و) أخبرنا.

(٢) الفضل بن سخيت عن صالح بن بيان الساحلي وعبد الرزاق وطائفة قال ابن معين: ما سمع عبد الرزاق لعن الله من يكتب عنه وهو أبو العباس السندي كذاب رواها الختلي عن يحيى (الميزان ٣/٣٥١، وتاريخ بغداد ١٢/٣٦٢).

(٣) صالح بن بيان الثقفي ـ ويقال العبدي ـ ويعرف بالساحلي من أهل الأنبار ولي قضاء سيراف وحدث عن شعبة والثوري وعبد الرحمن المسعودي وعنه الفضل بن سخيت وغيره، قال الدارقطني وأبو نعيم الأصفهاني: متروك الحديث.
وقال أبو بكر الخطيب: أحاديثه كلها واهية الإسناد غير محفوظة المتون إلا من طريق لا تثبت به حجة.
(تاريخ بغداد ٩/٣١٠ ـ ٣١١، والميزان ٢/٢٩٠، والموضوعات ٢/٦٩).

(٤) الحديث: روى أبو نعيم في الحلية بسنده عن ابن مسعود قال: ينتهي الإيمان إلى الورع، ومن أفضل الدين أن لا يزال باله غير خال عن ذكر الله عز وجل، ومن رضي بما أنزل الله من السماء إلى الأرض دخل الجنة إن شاء الله، ومن أراد الجنة لا شك فيها فلا يخف في الله لومة لائم.
قال أبو نعيم: الحديث موقوف على ابن عباس (٩/٢٤٩).

(٥) في (حـ، د) قوله.

(٦) العبارة ذكرها الزجاج ٢/٢٠١.

(٧) في (حـ، د) قوله تعالى، وفي (د، و) قوله.

(٨) في (و) والذين ءامنوا.

(٩) في غير (أ) وقال.

(١٠) انظر تفسير الطبري ٦/١٨٦، والبغوي ٢/٦٦، والدر ٢/٢٩١، ٢٩٣ كلها عن عطية وابن عباس.

(١١) انظر غرائب النيسابوري ٦/١٦٦ ـ ١٦٧، والبغوي ٢/٦٦ ـ ٦٧، والخازن ٢/٦٦، وأسباب النزول للواحدي ١٤٨ كلها عن جابر.

(١٢) في (د) ورسوله.

(١٣) في (د) والمؤمنين.

(١٤) سورة التوبة / ٧١.

(١٥) في (هـ، و) ناساً.

(١٦) انظر تفسير الطبري ٦/١٨٦، والبغوي ٢/٦٧، وسير الأعلام ٤/٤٠٦، وابن كثير ٢/٧١، والدر ٢/٢٩٤ كلها عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر.

تفاسیر اہل سنت کی روشنی میں امام علیؑ کی الٰہی حاکمیت، ولایت اور امامت کا اثبات

تمہید: تفسیری حقائق کا اعتراف

قرآنِ مجید کی آیاتِ مبارکہ کا فہم اور ان کا شانِ نزول کسی بھی عقیدے کی بنیاد قائم کرنے میں سب سے کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ جب ہم سورہ مائدہ کی آیت ۵۵ (اِنَّمَاوَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہُ وَالَّذِینَ آمَنُوا...) کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتے ہیں اور بالخصوص مکتبِ اہل سنت والجماعت کی معتبر ترین اور امہات الکتب (بنیادی تفاسیر) کی طرف رجوع کرتے ہیں، تو ایک ناقابلِ تردید حقیقت سامنے آتی ہے۔

یہ کتبِ تفاسیر محض تاریخی اقوال کا مجموعہ نہیں ہیں، بلکہ یہ وہ علمی بنیادیں ہیں جنہیں صدیوں سے مسلمہ حیثیت حاصل ہے۔ ان تفاسیر کے عمیق مطالعے کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آیتِ ولایت میں جس تیسری ہستی کو کائنات کا سرپرست قرار دیا گیا ہے، وہ کوئی اور نہیں بلکہ **امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام** ہیں۔ اور یہاں "**ولی**" سے مراد محض ایک عام محبت یا دوستی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ مطلق سرپرست، مولیٰ، حاکم اور امام ہے۔

آیئے، اہل سنت کی مقتدر تفاسیر کے بیانات، ان کے الفاظ اور ان سے نکلنے والے علمی نتائج کا مرحلہ وار جائزہ لیتے ہیں تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ امام علیؑ کی ولایت و امامت ایک قرآنی اور الٰہی حکم ہے۔

۱۔ اہل سنت کے جید مفسرین کا اعترافِ نزول

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ کیا واقعی اہل سنت کے مفسرین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی؟ جب ہم ان کتب کا ورق ورق الٹتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین کا اس بات پر تقریباً اصرار ہے کہ حالتِ رکوع میں انگوٹھی دینے کا واقعہ صرف علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔

الف) امام فخر الدین رازی (تفسیر الکبیر / مفاتیح الغیب)

امام رازی، جنہیں اہل سنت کے ہاں امام المتکلمین کہا جاتا ہے، وہ اس آیت کے ذیل میں صراحت کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

"یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب ایک سائل مسجد میں آیا اور اس وقت حضرت علیؑ رکوع کی حالت میں تھے، آپؑ نے اپنی انگوٹھی اس سائل کو عطا فرمائی۔"

(تفسیرِ کبیر، زیرِ آیتِ مذکورہ)

امام رازی کا اس واقعے کو بغیر کسی جرح کے نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ علمی حلقوں میں مسلمہ تھا۔

ب) امام جلال الدین سیوطی (تفسیر الدر المنثور)

امام سیوطی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر بالماثور "الدر المنثور" میں متعدد اسناد کے ساتھ اس واقعے کو نقل کیا ہے۔ وہ ابن عباس، عمار بن یاسر، اور خود امام علیؑ سے روایات لاتے ہیں کہ:

"جب حضرت علیؑ نے رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے دعا کی: 'بارِ الٰہا! میرے بھائی علی کو میرا وزیر اور مددگار بنا دے'۔ ابھی آپؐ کی دعا ختم ہی نہیں ہوئی تھی کہ جبرائیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہو گئے۔"

(الدر المنثور، جلد ۳، صفحہ ۹۹)

ج) علامہ زمخشری (تفسیر الکشاف)

صاحبِ کشاف علامہ زمخشری، جو عربی لغت اور بلاغت کے امام مانے جاتے ہیں، وہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ لفظ "الذین" جمع کا صیغہ ہے، لیکن یہ حضرت علیؑ کی اکیلی ذات کے لیے نازل ہوا ہے۔ وہ اس کی بلاغتی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ نے جمع کا صیغہ اس لیے استعمال کیا تاکہ دوسرے مسلمانوں کو ترغیب ہو کہ وہ بھی علیؑ کی طرح سخاوت اور خشوع کا مظاہرہ کریں۔

ان کے علاوہ تفسیر طبری (ابن جریر طبری)، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر، اور شواہد التنزیل (حاکم حسکانی) جیسی درجنوں مستند کتب اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ اس آیت کا مصداقِ اتم اور تنہا وجود حضرت علیؑ کی ذات ہے۔

۲۔ لغوی اور نحوی استدلال: "ولی" کا حقیقی مطلب کیا ہے؟

مخالفینِ ولایت اکثر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ لفظ "ولی" کے کئی معانی ہیں، جیسے دوست، مددگار، چچازاد بھائی وغیرہ۔ لہٰذا، یہاں علیؑ کو صرف "دوست" کہا گیا ہے۔ لیکن جب ہم اہل سنت کی تفاسیر اور عربی لغت کے قواعد کو دیکھتے ہیں، تو یہ عذر مکمل طور پر باطل ہو جاتا ہے۔

اولیت اور حاکمیت کا تسلسل

آیت کے اسلوب پر غور کریں:

{ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا... }

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب ایک ہی جملے میں ایک ہی لفظ (ولی) کے تحت تین ہستیوں کا ذکر کیا جائے، تو اس لفظ کا معنی تینوں کے لیے ایک ہی ہو گا۔

اللہ کی ولایت: کیا اللہ ہمارا محض "دوست" ہے؟ نہیں، بلکہ اللہ کائنات کا مالک، حاکم اور مطلق سرپرست ہے۔

رسولؐ کی ولایت: کیا رسولؐ صرف ایک دوست ہیں؟ نہیں، بلکہ رسولؐ امت کے جان و مال کے مالک اور حاکمِ اعلیٰ ہیں (جیسا کہ سورہ احزاب میں فرمایا: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ- نبی مؤمنین کی جانوں پر ان سے زیادہ حق رکھتا ہے)۔

امام علیؑ کی ولایت: چونکہ تیسری ولایت کو اللہ اور رسولؐ کی ولایت کے ساتھ عطف کیا گیا ہے، اس لیے شرعی اور عقلی طور پر تیسری ہستی (امام علیؑ) کے لیے بھی وہی معنی مراد ہوں گے جو اللہ اور رسولؐ کے لیے ہیں۔ یعنی امت پر حاکمیت، سرپرستی اور اولویت۔

"انما" (اِنَّمَا) کا قانونِ حصر

عربی گرائمر میں "انما" کلمہ ٔحصر ہے، جو دائرے کو محدود کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (جیسے ہم کہیں: "انما القائم زید" یعنی قائم صرف اور صرف زید ہے)۔ اگر یہاں ولی سے مراد محض "دوست" یا "مددگار" ہوتا، تو اللہ تعالیٰ "انما" کا لفظ استعمال نہ فرماتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اسلام میں تمام مسلمان ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں (جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ ہے: $وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ)۔

اگر یہاں بھی عام دوستی مراد ہوتی، تو دوستی کو "رکوع میں زکوٰۃ دینے" کے ساتھ خاص کرنا لغو (بے معنی) ہو جاتا۔ پس، اہل سنت کی تفاسیر کے تفصیلی مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں عام دوستی کا ذکر نہیں، بلکہ ایک خاص الٰہی منصب اور سیاسی و روحانی سرپرستی کا ذکر ہے، جو صرف ان تین مقامات پر منحصر ہے۔

۳۔ "مولیٰ" اور "سرپرست" کا الٰہی منصب

اہل سنت کی تفاسیر میں اس آیت کا براہِ راست ربط واقعہ ٔغدیر خم سے ملتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر کے میدان میں لاکھوں کے مجمعے کے سامنے اعلان فرمایا تھا:

"من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ" (جس جس کا میں مولیٰ ہوں، اس اس کے یہ علی مولیٰ ہیں)۔

لفظ "مولیٰ" اور "ولی" کا مادہ ایک ہی ہے (و-ل-ی)۔ تفاسیر کو دیکھنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ امام علیؑ کی یہ سرپرستی انسانوں کی منتخب کردہ نہیں ہے، بلکہ "من اللہ" (خدا کی طرف سے) ہے۔

منصب کا عنوان	قرآنی و تفسیری ثبوت	امام علیؑ کی ذات پر انطباق
ولی	سورہ مائدہ:۵۵ (انما ولیکم اللہ...)	رکوع میں انگوٹھی دینے کی منفرد خصوصیت کی وجہ سے صرف علیؑ ولی ہیں۔
مولیٰ	حدیثِ غدیر اور تفسیری احادیث	رسول اللہؐ کی طرح امت کے جان و مال پر تصرف کا حق۔
سرپرست	الٰہی امر اور سرپرستی کا تسلسل	امت کو رسولؐ کے بعد لاوارث نہ چھوڑنے کا خدائی انتظام۔
حاکم و امام	اولویتِ رسولؐ کا تسلسل	شرعی، سیاسی اور فکری امور میں امت کے حاکمِ مطلق۔

جب اللہ فرماتا ہے کہ "تمہارا ولی تو صرف اللہ، اس کا رسول اور وہ ہے جس نے رکوع میں زکوٰۃ دی"، تو اللہ نے بنی نوع انسان سے یہ حق چھین لیا کہ وہ رسولؐ کے بعد اپنی مرضی سے کوئی حاکم یا ولی چنیں۔ خدا نے خود حاکم کا تعین کر دیا، اور خدا کا تعین ہی امامت اور خلافتِ الٰہیہ کہلاتا ہے۔

۴۔ اعتراضات کا علمی زوال اور تفاسیر کے جوابات

کتبِ تفاسیر اہل سنت کا ایک بہت بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ان شکوک و شبہات کا خود ہی جواب دیا ہے جو بعد کے ادوار میں بعض لوگوں نے تعصب کی بنا پر پیدا کیے۔

پہلا شبہ: لفظ "الذین" جمع ہے، علیؑ تو واحد ہیں!

بہت سے معترضین کہتے ہیں کہ آیت میں "الذین آمنوا" (وہ لوگ جو ایمان لائے) جمع کا صیغہ ہے، تو اس سے ایک فرد (حضرت علیؑ) کیسے مراد ہو سکتے ہیں؟

تفسیری جواب: اہل سنت کے جلیل القدر مفسر علامہ زمخشری اور امام طبری لکھتے ہیں کہ عربی زبان اور خود قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر ایک فردِ واحد کی تعظیم اور اس کے فعل کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے (مثال کے طور پر سورہ آل عمران کی آیت ۱۷۳ میں "الذین قال لہم الناس" میں 'الناس' سے مراد صرف ایک شخص نعیم بن مسعود ہے)۔ یہاں بھی حضرت علیؑ کو جمع کے صیغے سے یاد کرنا ان کی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کو ظاہر کرتا ہے۔

دوسرا شبہ: نماز میں زکوٰۃ دینے سے توجہ قائم نہیں رہتی!

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ تو نماز میں اس قدر محو ہوتے تھے کہ ان کے پاؤں سے تیر نکالا گیا اور انہیں پتہ نہ چلا، تو انہوں نے سائل کی آواز کیسے سن لی اور انگوٹھی کیسے دے دی؟

تفسیری جواب: امام فخر الدین رازی اور دیگر علماء نے اس کا انتہائی خوبصورت جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نماز میں خدا کی طرف متوجہ ہونا "عبادت" ہے، اور کسی سائل کی مدد کرنا اور اس پر صدقہ کرنا بھی "عبادت" ہے۔ حضرت علیؑ نے ایک عبادت کے دوران دوسری عبادت کو انجام دیا۔ آپؑ کی توجہ خدا سے نہیں ہٹی، بلکہ سائل کو دینا بھی خدا ہی کے حکم کی تعمیل تھی۔ یہ عینِ خشوع ہے، نماز سے غفلت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اس عمل کی تعریف فرمائی، اگر یہ عمل نماز کے خلاف ہوتا تو اللہ اس پر ناراض ہوتا، نہ کہ اسے اپنی اور اپنے رسول کی ولایت کے ساتھ جوڑتا۔

۵۔ قطعی نتیجہ: امام علیؑ خدا کی طرف سے امام اور حاکم ہیں

ان تمام تفسیری اسناد، لغوی ابحاث اور تاریخی شواہد کو یکجا کرنے کے بعد اب ہمارے پاس کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جب ہم اہل سنت کی کتبِ تفاسیر کا مطالعہ مکمل کرتے ہیں، تو عقلِ انسانی درج ذیل خطوط پر فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے:

امامت الٰہی منصب ہے: چونکہ ولایتِ علیؑ کا ذکر اللہ اور رسولؐ کی ولایت کے ساتھ ہوا ہے، اس لیے یہ منصب کسی انسانی شوریٰ، الیکشن یا اجماع کا محتاج نہیں ہے۔ یہ زمین پر خدا کا فیصلہ ہے، اور خدا کا فیصلہ ہی امامت کہلاتا ہے۔

امام علیؑ حاکمِ برحق ہیں: اگر امت کا ولی اور سرپرست خدا کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کی سیاسی، مذہبی اور روحانی قیادت کا شرعی اور قانونی حق صرف اور صرف امام علی علیہ السلام کا ہے۔

اطاعت فرض ہے: جب قرآن نے کہہ دیا کہ وہ تمہارے "ولی" ہیں، تو جس طرح اللہ اور رسولؐ کی اطاعت بلا چوں وچرا فرض ہے، اسی طرح حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینے والے یعنی امام علیؑ کی اطاعت اور پیروی بھی تمام امت پر فرض اور واجب ہے۔

اختتامِ بحث

تفاسیر اہل سنت کے اس گہرے اور وسیع سمندر سے جو موتی نکل کر ہمارے سامنے آئے ہیں، وہ کسی شک وشبہے کی گنجائش باقی نہیں چھوڑتے۔ زیرِ نظر کتاب کا یہ حصہ قاری کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ امام علی علیہ السلام کی حاکمیت، مولیٰ ہونا، اور امام ہونا کوئی فرقہ وارانہ دعویٰ نہیں ہے، بلکہ یہ وہ قرآنی حقیقت ہے جس کا اعتراف خود اہل سنت کے چوٹی کے علماء اور مفسرین نے اپنی لازوال تصانیف میں کیا ہے۔

آیتِ ولایت دراصل خلافتِ علیؑ کا الٰہی اور قرآنی مینی فیسٹو ہے، جس پر مفسرینِ امت کی مہرِ تصدیق ثبت ہے۔ جو شخص بھی قرآن کی حاکمیت پر یقین رکھتا ہے اور ان تفاسیر کا منصفانہ مطالعہ کرتا ہے، اس کا دل پکار اٹھتا ہے کہ علیؑ ہی خدا کی طرف سے ہمارے مولیٰ، سرپرست، حاکم اور امام ہیں۔

ولایتِ علیؑ کا قرآنی و تفسیری نچوڑ

زیرِ نظر تصنیف قرآنی علوم اور تفسیری حقائق کے بحرِ بیکراں سے چنے گئے ان موتیوں کا مجموعہ ہے جو امتِ مسلمہ کے فکری اور اعتقادی افق کو روشن کرتے ہیں۔ اس کتاب کا بنیادی مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ دینِ اسلام میں امامت اور خلافتِ بلافصل کوئی ایسا موضوع نہیں ہے جسے انسانوں کی صوابدید یا سیاسی مصلحتوں پر چھوڑ دیا گیا ہو، بلکہ یہ ایک ایسا خدائی ضابطہ ہے جس کا اعلان خود پروردگارِ عالم نے قرآنِ مجید کی محکم آیات میں فرمایا ہے۔

اس پوری علمی و تحقیقی کاوش کا محور و مرکز سورہ مائدہ کی آیت ۵۵ ہے، جسے مفسرینِ کرام "آیتِ ولایت" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کتاب کے ابواب میں نہایت فصاحت اور مضبوط دلائل کے ساتھ اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے کہ کائناتِ انسانی میں وہ واحد ہستی جس نے نماز کی حالت میں، عین رکوع کے دوران ایک سائل کو اپنی انگوٹھی صدقہ کی، وہ صرف اور صرف امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ اس منفرد اور عظیم عملِ خیر پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر قیامت تک کے لیے حضرت علیؑ کی عظمت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

اس کتاب کی سب سے بڑی انفرادیت اور علمی طاقت یہ ہے کہ اس میں کسی مناظرانہ یا فرقہ وارانہ اسلوب کے بجائے خالصتاً مکتبِ اہل سنت والجماعت کی معتبر اور امہات الکتب (بنیادی تفاسیر) کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ:

امام فخر الدین رازی، امام جلال الدین سیوطی، علامہ زمخشری، اور ابن جریر طبری جیسے جلیل القدر اور چوٹی کے مسلمہ سنی مفسرین نے بغیر کسی ابہام کے یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ حضرت علیؑ کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی۔

عربی زبان کے قواعد، بالخصوص کلمۂ حصر "اِنَّمَا" (انما) کے استعمال سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہاں "ولی" سے مراد کوئی عام دوستی یا محبت نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ولایت کے تسلسل میں مطلق سرپرستی، حاکمیتِ اعلیٰ اور اولویت کا اعلان ہے۔

تحقیق کا قطعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب قرآنِ مجید ایک ہی جملے میں اللہ، رسولؐ اور رکوع میں زکوٰۃ دینے والی ہستی (امام علیؑ) کی ولایت کا ذکر ایک ساتھ کرتا ہے، تو امت سے یہ حق ہمیشہ کے لیے چھن جاتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی حاکم چنیں۔ یہ آیت واشگاف الفاظ میں اعلان کرتی ہے کہ حضرت علیؑ انسانوں کے منتخب کردہ نہیں، بلکہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ مولیٰ، سرپرست، حاکم اور امام ہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب تعصب کی عینک اتار کر حق کی تلاش کرنے والے ہر مسلمان کے لیے ایک بہترین علمی تحفہ ہے۔ یہ ثابت کرتی ہے کہ ولایتِ علیؑ صرف ایک مکتبِ فکر کا دعویٰ نہیں، بلکہ ایک ایسی قرآنی حقیقت ہے جس کی گواہی خود اہل سنت کے معتبر ترین مفسرین کے قلم سے تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو چکی ہے۔

IBN SHABIR KASHMIRI